سلسلہ اسلام اور پردہ

قرآن اور پردہ

از

مرزا عظیم بیگ چغتائی

بی۔ اے (علیگ)

مع مقدمہ

از علامہ فخر قوم آنریبل ڈاکٹر جسٹس شاہ محمد سلیمان

ایل۔ایل۔ڈی

چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ

پبلشر مسٹر اظہر حسین عثمانی آنریری سکریٹری

انجمن اصلاح پردہ علیگڈھ

سنہ ۱۹۲۸ء

مقدمہ

از قلم فیصلہ رقم

مرحوم آنریبل ڈاکٹر جسٹس شاہ محمد سلیمان ایل ایل ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ

پردے کا رواج

پردے کا سوال کسی قدر مذہبی سوال ہے۔ اور ایسے موقعہ پر جیسا یہ ہے
میں ان مباحث سے اجتناب کرونگا جو مذہبی طریقہ سے پردے کے متعلق ہوتی رہتی
ہیں۔ ایک طرف تو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں کہ اسلام نے پردے کے
متعلق یہ حکم دیا ہے کہ عورتیں اپنے "محاسن" عام نگاہ سے محفوظ رکھیں"۔ دوسری طرف
کہا جاسکتا ہے کہ شمالی ہندوستان میں جس انتہائی حد کو پردہ پہونچا دیا گیا ہے وہ
حد کسی اسلامی ممالک میں نہیں پائی جاتی۔ عورتوں کے متعلق قرآن مجید کا یہ
حکم "کہ وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں"، یہ ایسا حکم ہے جس کی مختلف طریقے سے
تاویلیں کی گئی ہیں لیکن اُن لوگوں کے نزدیک بھی جو "زینت" سے
زیور ہی نہیں لیتے بلکہ جسم کے حسن کو بھی اُس میں شامل کرتے ہیں اس کی
اجازت ہے کہ ہاتھ اور چہرہ عورت کھول سکتی ہے۔ میرا ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ مذہبی
بحث ومباحثہ میں پڑوں۔ میں کہنا یہ ہے جو سنیوں کی مشہور فقہ کی کتاب ہے

صرف اتنا اقتباس کرتا ہوں کہ "اس کی اجازت نہیں ہے کہ مرد عورتوں کے چہرے اور ہاتھ کی ہتیلیوں کے سوائے کچھ اور دیکھیں۔ اور بس اسی قدر جائز ہے کیونکہ عورتوں کا کام کاج سے تعلق رہتا ہے اور یہ تعلق مردوں سے لین دین وغیرہ کا ہوتا ہے۔ پس اگر بدن کے یہ حصّے بھی پوشیدہ کیئے جائیں تو بڑی دشواری ہوگی۔ پس ضرورت ہے کہ یہ حصّے کھُلے رہیں" (کتاب چہاردہم باب فقرہ ۱) اس اقتباس سے میرا مقصود صرف یہ دکھانا ہے کہ اوائل زمانۂ اسلام میں کیا تھا اور شمالی ہندوستان میں آج کیا ہو رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں جو پردے کی شدت کی یہ حد ہو گئی ہے اس کی ابتدا یہ تھی کہ زمانۂ وسطیٰ میں جب مسلم حملہ آور ہندوستان میں آئے تو اُن کی جماعت بہت قلیل تھی اور اُن کو اغیار کی بہت بڑی جماعت کے درمیان رہنا پڑا۔ عورتوں کی حفاظت سے جان و مال کی حفاظت زیادہ ضروری نہ تھی چونکہ مردوں کو گھروں سے باہر جنگ میں جانا پڑتا تھا پس ہر وقت وہ اپنی عورتوں کے قریب نہ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ اس جدال و قتال اور لوٹ مار کے زمانہ میں مردوں کے سامنے صرف یہی راستہ کھُلا ہوا تھا کہ عورتوں کو زنانہ میں بند کر دیں اس طرح عورتوں کے لیئے قدرتی اور محفوظ حفاظت مہیا کریں۔ اس زمانہ کی متصل جنگ نے جس میں خونریزیاں ہوتی تھیں پردے کے رواج کو زیادہ سخت کر دیا اور آخر اس قدر قیدیں لگا دی گئیں جو آج ہم دیکھ رہے ہیں بدقسمتی سے ملک کی حالت ایسی واقع ہوئی تھی کہ نقاب ڈال کر بھی مسلم عورتوں کو گھروں سے باہر جانا دشوار تھا اور اس سے عورتیں چلنے پھرنے کی آزادی سے

محروم ہو ہیں لیکن اس آزادی کا اُن کی بہنیں عرب۔ ترکی۔ مصر۔ ایران۔ افغانستان
اور شمالی افریقہ میں لطف اُٹھا رہی ہیں۔ کوئی بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ عورتوں
کو زنانہ کی چار دیواری کے اندر محبوس کر دینے کے متعلق کوئی آیت یا حدیث ہے جو
ہے۔ یہ بدقسمتی کا نتیجہ محض تمدنی رواجوں کے غالب آنے اور پھیلنے سے برآمد ہوا۔
لیکن الحمدللہ کہ وہ سخت زمانہ اب بہت عرصہ ہوا کہ گزر چکا اور بیسویں صدی
میں ہم ایسے زمانہ میں رہتے ہیں کہ نسبتاً بہت امن چین ہے۔ زمانہ ماضی کے
تمدنی حالات گزر گئے اور معدوم ہو گئے۔ اور متبدل حالات سے نئی صورتِ
حال پیدا ہو گئی۔ پس ہمارا بڑا فرض ہے کہ حالات کا از سر نو جائزہ لیں اور دیکھیں
کہ ہمارے لیئے اب پُرانی بندش و سختی کس قدر مطلوب یا حق بجانب ہے۔

اگر پردے کا رواج محض امراء اور اونچے درجوں تک محدود ہوتا تو
چنداں مضائقہ نہ تھا کیونکہ ان اونچے درجے کی خواتین کو معاشرتی میل جول کے
موقعے ملتے ہیں۔ گھروں کے اندر آسایش ہے۔ زنانہ باغیچوں میں تازہ ہوا میسر ہے اور
اور اپنی ہم رُتبہ خواتین سے ملاقاتوں کے موقعے ملتے رہتے ہیں لیکن اس سخت
پردے کی رسم نے ستم ڈھایا ہے تو متوسطین کی مستورات کی جان پر کہ ان بیچاریوں
کو اپنے تنگ زنانوں میں کوئی آرام و آسایش کا سامان میسر نہیں۔ نہ اُن کو
ورزش نصیب ہے۔ نہ تازہ ہوا۔ نہ زندگی کی کوئی اور معاشرتی سہولتیں اس میں کیا
شبہ ہے کہ اگر وہ اپنے حال پر صابر و شاکر ہیں تو اُس کا سبب یہی ہے
مصائب کی واقفیت کا علم نہیں ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اُن کی صحت
ہے۔ اُن کو مہلک بیماریاں ہو جاتی ہیں جن کا اثر اولاد پر پڑ کر

بنا رہا ہے۔ خوب کہا ہے کہ "جماعت کی اصلی شیرازہ بندی یہ ہے کہ عورتوں کا درجہ بلند کیا جائے۔ یہی عورتیں نسل کی محافظ ہیں اور قوم کے مستقبل کے واسطے سامان مہیا کرتی ہیں"۔ غور تو فرمائیے کہ اگر آبادی کا آدھا حصہ دوامی طریقہ سے پیچھے ہٹایا جائے تو ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ اُن کے بچے دوسری جماعتوں کے بچوں کے ہمسر اور مقابلہ میں اوسط سے اونچے ہوں گے۔ ہم میں سے ایسا کوئی بھی جس کو یہ تجربہ نہ ہوا ہوگا کہ نیچے درجہ کی عورتیں جو باہر نکلتی تازہ ہوا میں پھرتی اور پردہ نہیں کرتی۔ اور گھر سے باہر جیتی سے زندگی بسر کرتی ہیں زنانے مکان کے اسیر خواتین سے ہر حال میں تنومند اور مزاج کی مضبوط تر ہوتی ہیں۔

یہ تو ہر ایک مانتا ہے کہ موجودہ رواجی پردے میں بڑی بڑی خرابیاں ہیں۔ لیکن جو پردے کے حامی ہیں وہ یہی خیال کر رہے ہیں کہ پردے کی وجہ سے زیادہ بڑی بڑی برائیوں سے امن ہے۔ کوئی شخص جس نے مغربی تہذیب کی خرابیوں کی طرف سے قصداً آنکھیں نہ بند کر لی ہوں یا اُس کو ان خرابیوں کے پوشیدہ کرنے کی غرض ہو۔ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ عورتوں اور مردوں کو بے قید ملنے جلنے دیا جائے تو ضرور نقصان اور خرابیاں ہیں۔ مشرقی دماغ اُس بے قید آزادی کو جو مغرب میں عورتوں کو حاصل ہے اس نگاہ سے دیکھتا ہے کہ یہ آزادی دوسری حد کے پار جا رہی ہے لیکن مغرب میں بھی صرف پادریوں ہی کے درمیان نہیں بلکہ مُدبرین میں ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ صلیبت محسوس کرتے ہیں کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ پس کیا تعجب ہے اگر کوئی ٹھیٹھ ہندوستانی بہ حفظ ماتقدم کرے کہ مغربی چھوت اُس کی مستورات کو

نہ لگے۔ اس کے خلاف ہر ایک صاحبِ انصاف کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ یہ بھونڈا نظارہ کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ ایک معزز خاتون چار کرایہ کے کہاروں کے کندھوں پر بند پالکی میں سوار چلی جا رہی ہے۔ اور یہ کس قدر بے معنی بات ہے کہ ہماری عورتیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں یوں ناچار بنا دی جائیں۔ اگر ہم کو دو مصیبتوں کا سامنا ہو تو لازم ہے کہ اُس مصیبت کو اختیار کریں۔ جو آسان تر ہو۔

بَعضُ الشَّرِّ اَهوَنُ مِن بَعضٍ

"بعض مصیبت دوسری مصیبت سے ہلکی ہوتی ہے" نفع نقصان اکثر توأم ہوتے ہیں۔ اس دُنیا میں نہ غیر مخلوط بھلائی ہے نہ غیر مخلوط بُرائی ہے۔ ہم کو ہمیشہ نفع نقصان کا توازن کر کے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ آیا نفع کا پلّہ بھاری ہے یا نقصان کا۔ چنانچہ اندازہ کی بہترین جانچ یہی ہوا کرتی ہے کہ ہم یقین کے ساتھ یہ بات دیکھ لیں کہ بنظرِ کُل کونسا پلّہ نفع رساں ہے پس اب ایک پلّہ میں تو ہم کو ٹھُمری ہوئی بالیدگی۔ جسمانی خرابی اور اضافی بیماری مع اُس اثر کے جو اولاد پر پڑتا ہے رکھنا ہے۔ اور دوسرے پلّے میں وہ تردّد و فکر رکھنی ہے جو ہم کو اپنی مستورات کی حفاظت و عافیت کی طرف سے دامنگیر ہے۔ اس کے بعد ہم کو یہ سوال کرنا رہ جاتا ہے کہ سب باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ایسی نسائیت جس کی زندگی میں نسبتاً آزادی ہو خودمختاری اور چستی ہو جس کے ساتھ ساتھ تعلیم ہو تندرستی کی بشاشت ہو زیادہ فایق ہے یا یہ سب اُس امن و قناعت سے جو پردے میں حاصل ہے کمتر ہے اگر ہم کو اس سے اطمینان ہو کہ پہلی حالت بہتر ہے تو ہمارا پہلا قدم اسی طرف اُٹھنا چاہیئے کہ پردے کے رواج کی سختی کو ڈھیلا کیا جائے۔

اب پردے کی رسم کی حالت یہ ہی کہ وہ پُرانا رواج ہی اور ایک زمانہ دراز سے اُس کا احترام ہوتا چلا آیا ہی۔ کچھ تو اُس کی بنیاد مذہبی عقائد پر ہی اور کچھ تمدنی ضروریات پر ہی اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ پردے سے مذہبی معتقدات کسی قدر ضرور وابستہ ہیں۔ پس اس مسئلہ کو احتیاط سے ہاتھ میں لینا چاہیئے مبادا کہ کسی کے عقائد کو صدمہ پہونچے۔ جس قدر ترقی اس سمت میں مد نظر ہو وہ رفتہ رفتہ حاصل کرنی چاہیئے۔ پس کسی کا دل دکھائے بغیر میں بلا خوفِ تردید اس پر زور دوں گا کہ ہم کو فوراً اُس پردے کے رواج کی طرف پہلا قدم اُٹھانا چاہیئے جو حجاز میں رائج ہی اور اس پر کسی مذہبی شخص کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ تو حقیقت ہی کہ ہندوستانی خواتین جب حج کو جاتی ہیں تو آزادی سے پھرتی ہیں اگرچہ نقاب پوش ہوتی ہیں۔ اور معمولی زندگی کے ضروری سب کام کرتی ہیں اور درصورتِ ضرورت دکانوں سے خرید و فروخت بھی کرتی ہیں۔ پس جب یہ خواتین حج سے واپس آتی ہیں تو وہی طریقہ کیوں اختیار نہیں کرتیں جو حجاز میں اختیار کیا تھا۔

پہلی تدبیر کے طور پر یہ طریقہ ایسا ہی کہ مطلق قابل اعتراض نہیں اور اس سے یقیناً بہت سے نقصان کا تدارک ہو جائے گا جو سر دست موجود ہیں۔ میں سچے دینداروں کو جوش دلانا نہیں چاہتا کہ ابھی سے یہ دشوار سوال پیش کر دوں کہ پھر اس کے بعد کیا طریق اختیار کرنا ہوگا اور اُس کا کب وقت ہوگا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اُس کا انحصار پہلے تجربہ کی کامیابی پر ہی اس کی بابت نفع نقصان کا پہلے تجربہ کر لیا جائے اور یہ تجربہ ہی بتا دے گا کہ آیا

ہم کو قدم آگے بڑھانا یا پیچھے ہٹانا چاہیئے۔ اس بحث کو بغیر یہ کہے ہوئے ہم
ختم نہیں کرسکتا کہ ہماری جماعت میں ہر ہائی نس بیگم صاحبہ بھوپال نے نفیس
مثال دکھا دی ہے اور بیگم صاحبہ کی شخصیت ایسی عظیم الشان ہے اور ایسا معیار ہے
کہ طبقہ نسواں کس حد تک ترقی کرسکتا ہے

مسلم عورتوں کی بیکاری

چونکہ ہماری مستورات پردے کی چہار دیواری میں بند ہیں اس لیئے
اُن کو بیکاری میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ تمامی عملی کاروبار سے وہ اس لیئے معطل
ہیں کہ باہر کی دنیا کی اُن کو ہوا نصیب نہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ اُن کو کسی پیشہ میں
مصروفیت کا موقع نہیں ملتا۔ کوئی شک نہیں کہ انتظام خانہ داری اور بچوں کی
تربیت کو ایک سلیقہ اور تعلیم چاہیئے اور اس میں مستورات کا بہت سا وقت
صرف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر مستورات کو کافی تعلیم دیجائے اور وقت مناسب
طریقہ سے کام میں لایا جاوے تو گھر کی بیوی اپنے گھر کو نہایت خوشنما بنا اور
کنبہ کی مسرت کو بڑھا اور ضروری آسایشوں میں اضافہ کرسکتی ہے لیکن بہت سے
گھر ہیں جہاں ناخواندہ اور غیر تعلیم یافتہ عورتیں ہیں گھر کے حسنِ انتظام کی
طرف کافی توجہ نہیں کی جاتی اور خالی وقت کاہلی اور بیکاری میں گنوا دیا جاتا
ہے کیونکہ ان مستورات کو یہی معلوم نہیں کہ وہ کریں تو آخر کیا کریں گھر کا انتظام
عورتوں کے خاص دائرہ عمل میں ہے اور اگر اُن کو کافی تربیت ہو تو کنبہ کی
بہبودی میں وہ بہت کچھ ترقی دے سکتی ہیں۔ عورتوں کو خاندان کی آمدنی میں
مدد دینی چاہیئے۔ غیر ضروری اخراجات بند کرنے چاہئیں۔ اور یہ خرچ عورتوں کی

اپنی محنت سے بچ سکتے ہیں۔ مستورات کو خانگی کفایت شعاری کا علم سکھانا چاہیئے۔ عورتوں کا خالی وقت موزے وغیرہ بننے۔ سینے اور سوت کاتنے میں صرف ہونا چاہیئے۔ نیچے درجہ کی عورتیں خوب چرخہ کاتیں اور یہ قدرتی ہے کہ تعلیم یافتہ بیویاں عمدہ دلچسپ کتابیں پڑھیں اور یہ ایسی کتابیں ہوں جن میں تعلیم دینے کا مواد موجود ہو۔ مناسب درجوں کی عورتیں خانگی صنعت و حرفت ہاتھ سے چلانے کی کلوں سے جو خاموشی سے گھروں کے اندر چلائی جاسکتی ہیں کافی کام پاسکتی ہیں میں یہاں پر اُن بیویوں کا حوالہ نہیں دے رہا ہوں جو بہت ترقی کرچکی ہیں۔ جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرچکی ہیں اور جن کے واسطے تعلیم دینی اور طبی صیغہ کی خدمات کھلی ہوئی ہیں۔ لیکن عمومیت کے ساتھ میں مسلم عورتوں کا ذکر کررہا ہوں کہ اُن کا بیکار رہنا بھی ہمارے اضافی افلاس کا ایک سبب ہے کیونکہ آبادی کا آدھا حصہ ایسا موجود ہے جو حصولِ معاش میں حصہ نہیں لیتا۔ ہم کو لازم ہے کہ اپنی عورتوں کو مفید اور جفاکش بنائیں اور وہ خاندان کی آمدنی میں اضافہ کریں اور اس سے مصیبت کے بار کو گھٹائیں"

شکریہ

مندرجہ بالا خیالات پڑھنے کے بارہ میں کسی معمولی شخص کے نہیں ہیں بلکہ ایک ایسے شخص کے ہیں جن کی قانونی قابلیت ہندوستان پر اظہر من الشمس ہے اور خود اسلامی قانون پر اس طرح عبور کامل رکھتے ہیں جیسا کہ ایک چیف جسٹس کو ہونا چاہیئے۔ ڈاکٹر موصوف کی ذات مسلمانوں کے لیئے باعث فخر ہے کیونکہ نہ صرف آپ ایک اعلیٰ قانون دان اور موجودہ روشنی کے حامل ہی نہیں بلکہ ایک ایسے گھرانے کے فرد ہیں جس نے تشنگان دین محمدی کو مدتوں اپنے فیض سے سیراب کیا ہے اور اسی وجہ سے اگر ڈاکٹر موصوف ایک طرف بہترین تعلیم یافتہ نئی روشنی کے دلدادہ کی تعریف کے مستحق ہیں تو دوسری طرف پُرانی روش کے مذہب و ملت کے پابند جوش عقیدت ان کی پرستش ہی کو تیار ہیں آپ ایک ہی وقت میں ڈاکٹر بھی ہیں اور شاہ بھی ہیں جیسا کہ آپ کے اسم گرامی سے ظاہر ہے۔ خاکسار مصنف کو فخر ہے کہ علامہ موصوف نے اس مضمون کو کتاب میں بطور مقدمہ شامل کرنے کی خوشی سے اجازت دیکر کتاب کی منزلت دوبالا کردی۔

یہ مختصر رسالہ میری کتاب "اسلام اور پردہ" کا پہلا حصہ ہے اور گویا اس کا پیش خیمہ ہے۔ اس میں محض ان قرآنی آیات پر بحث کی گئی ہے جن سے پردہ کا براہ راست تعلق ہے۔ حدیث و فقہ اور تواریخ کے ابواب انشا اللہ دوسرے حصہ میں پیش کیئے جائیں گے۔ مجھ کو سخت افسوس ہے کہ دونوں حصہ یکجا شایع نہ ہو سکے کیونکہ محض اس رسالہ کو پڑھ کر مجھکو اندیشہ ہے کہ لوگ غلط فہمی میں نہ پڑ جائیں اور بحث کو یکطرفہ نہ خیال کرلیں۔ دراصل تمام معرکہ کی بحث حصہ دوئم ہی میں حدیث و فقہ اور تواریخ کے ابواب میں ہے۔ اس مجبوری کے کئی وجوہات ہیں جن کو کہ بیان کردینا میں ضروری خیال کرتا ہوں۔ ان میں سے سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ میں کتاب شایع نہیں کرا رہا ہوں اور سوسائٹی کے پاس اتنا سرمایہ نہیں جو وہ یکجا دونوں حصوں کو شایع کرسکے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مجھ کو تھوڑی سی ترمیم و تنسیخ کی بھی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ آج کل جو پردہ کے بارہ میں بحث چھڑی ہوئی ہے اس کے سلسلہ میں مخالفین نے اس قسم کی پیچیدگیاں پیدا کردی ہیں جن کا مجھ کو خیال و گمان بھی نہ تھا۔ بالکل بے محل اور سرتاپا مہمل احادیث اس دیدہ دلیری سے پیش کی ہیں کہ مجبوراً مجھ کو ایسی احادیث کو بھی

شامل کرنا پڑے گا تاکہ لوگوں پہ مخالفین کی حقیقت آشکارا ہو جائے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث کے باب میں میں نے ایسی بحث کی ہے جو مجھ کو اندیشہ ہے کہ مذہبی حلقوں میں ضرورت سے زیادہ تلاطم پیدا کر دے گی اور اس کے لیئے ضروری ہے کہ یہ رسالہ پہلے راہ ہموار کر دے۔ اس بحث میں اندازاً کم و بیش احادیث و حوالہ جات مذہبی دو سو کے قریب ہوں گے اس سے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس میں میری ذاتی رائے کو کہاں تک دخل ہوگا۔

ترتیب آیات بحث کے وقت مخالفین سورہ النور کی آیات پہلے پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد احزاب کی آیات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھیئے کس طرح بتدریج احکام ہندوستانی پردہ نازل ہو رہے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ سورہ احزاب کی وہ تمام آیات پہلے نازل ہوئی ہیں جو یہاں درج ہیں اور سورہ النور کی کل کی کل بعد میں نازل ہوئی ہیں۔ لہذا وہ ترتیب بالکل صحیح ہے جو میں نے اختیار کی ہے۔

چند الفاظ اس رسالہ میں لفظ پردہ دو طرح استعمال ہوا ہے۔ ایک تو جہاں ہندوستانی پردہ سے مطلب ہے اور دوسرے جہاں اسلامی پردہ سے مراد ہے لہذا ناظرین اس کا لحاظ رکھیں۔ دوسرا لفظ۔ مولوی۔ ملا۔ یا علما ہے۔ یہ الفاظ بھی دو طرح استعمال کیئے گئے ہیں۔ ایک تو نیم مولویوں کے لیے جن کی وقعت ہمارے دل میں کچھ نہیں ہے۔ دوسرے حضرات علماء کرام کے لیئے۔ لہذا استدعا ہے کہ جن نیم مولویوں کا ذکر میں نے اس میں کیا ہے ان سے اور حضرات علما سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ براہ کرم اس لفظ کو اپنی طرف منسوب کر کے مجھ کو

گنہگار نہ کریں۔

غلطیاں | جہانتک مجھ سے ہوسکا ہی میں نے نہایت دیدہ ریزی اور محنت سے کام لیکر کوشش کی ہی کہ کتاب غلطیوں سے پاک ہو لیکن مجھ کو ہرگز دعویٰ نہیں کہ اس میں غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ جو صاحب غلطی دیکھیں اپنا فرض ادا کریں تاکہ تصحیح ہو جائے۔

شکریہ | خاص طور پر ان حضرات کا مجھ کو شکریہ ادا کرنا ہی جنھوں نے ازراہ ہمدردی خطوط لکھے اور اپنی تصانیف مجھ کو بھیجیں۔ اخبار ہمدم کا میں سب سے زیادہ شکرگزار ہوں کہ اس کے فاضل اور روشن خیال اڈیٹر نے اپنے اخبار میں اس ضروری اور دلچسپ بحث کے تحت میں موافقین اور مخالفین دونوں کے مضامین شایع کیئے اور یہ سلسلہ تا دم تحریر جاری ہی۔ اودھ کی تہذیب کے مرکزی اسلامی اخبار سے ذرا بھی توقع ناممکن تھی لیکن یہ سب حضرت سید جالب کی روشن خیالی اور بے تعصبی کا نتیجہ ہی۔

استفادہ | جہاں ہمدم کے کالموں سے مجھکو استفادہ کا موقع ملا ہی وہاں مولوی عبدالحق صاحب اڈوکیٹ سہارنپور و مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی و نیز دوسرے حضرات کے مضامین کا حوالہ برمحل ہوگا۔ علاوہ اس کے اُن تصانیف کا ذکر بھی بیجا نہ ہوگا جن میں سے خاصکر "قبول الصواب فی الشمول الحجاب" ہی یہ غلط کتاب افسوس ہی کہ پونہ ایسے مقام سے شایع ہوئی ہی۔ چونکہ پردہ نشین حضرت نے تصنیف کی ہی لہذا نام پردہ میں ہی اور صرف اتنا لکھا ہی "ایک جدید تعلیم یافتہ مسلمان کے

قلم سے" لیکن عربی نما اُردو اور زور بیان اور علیگڑھ کے نام پر تبرا ایسی نمایاں باتیں ہیں کہ حقیقت کا پتہ لگا لینا آسان۔

پبلشر اس کتاب کے جس میں "تاریخ القرآن اور تفسیر و حدیث کے گلے پر پردہ کی کند چھری پھیری گئی ہو" شیخ احمد حسین صاحب زمیندار لاہر پور ضلع سیتا پور ہیں۔ اور "جناب مولانا مولوی محمد طیب و جناب مولانا مولوی محمد طاہر صاحبان سلمہما اللہ تعالے" نے اپنے اہتمام سے اس کو قاسمی پریس دیوبند سے شایع کرا کر دیوبند کا نام روشن کیا ہو۔ بہتر ہو کہ آئندہ اڈیشن سے پہلے ندوۃ العلما کے دفتر میں تصحیح کے لیئے بھیج دیں۔

حوالہ جات زیادہ تر مستند کتابوں سے لیئے ہیں جن کے نام سے ہر شخص واقف ہو لیکن بہت سے دوسرے رسالہ جات کی امداد سے ہیں جن کی تصدیق و تصحیح کر لی گئی ہو۔ جن صاحب کو یہ خیال ہو کہ یہ غلط ہیں وہ مجھ سے دریافت کر کے اطمینان حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سے کام نہیں چلے گا کہ کہدیں کہ غلط حوالہ ہو یا ترجمہ میں تصرف کر لیا ہو۔ جن صاحب کا خیال ہو کہ فلاں بات جو مخالف تھی وہ چھوڑ دی وہ براہ مہربانی دوسرے حصہ کا انتظار کریں۔ کیونکہ یہ رسالہ بالکل نامکمل ہو اور وہ اصل بحث کے ایک رُخ کو بھی پوری طرح پیش کرنے سے قاصر ہو۔

دُعا خدا سے دعا ہو وہ ہم کو قرآن پر عمل کرنے کی توفیق دے اور رسول اور اُس کے فرمان کی بجا آوری ہمارا نصب العین ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی دعا ہو کہ خدا مسلمانوں کو اس ہندوستانی پردہ سے خلاصی دے اور

بے پردگی کا خاتمہ ہو تاکہ فتنہ اور بدچلنی کا دور دورہ ختم ہو۔ آمین

عظیم بیگ چغتائی
سول لائنس علیگڈھ
ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء

نوٹ:۔ میں کوئی ادیب نہیں اور جو زبان بولتا ہوں وہ لکھتا ہوں ع

آنچہ در دل ہست بر آریم ما

لیکن ایک دوست نے مجھ کو اس رسالہ کی زبان اور لہجہ کی طرف توجہ دلائی کہ ایک مذہبی کتاب کے لیئے یہ بہت ناموزوں ہے اور لہجہ عامیانہ اور بازاری کے علاوہ گنگا جمنا کے کنارے بسنے والوں کی تہذیب کا منظر پیش کرتا ہے۔ چونکہ اپنی غلطی آدمی کو نظر نہیں پڑتی لہذا میری سمجھ بھی اس جگہ قاصر رہی لیکن مجھ کو پھر بھی افسوس رہ گیا کہ یہ غلطی اس وقت معلوم ہوئی جب تصحیح ناممکن ہو گئی لہذا اس کی معافی چاہتا ہوں لیکن ساتھ ہی اس کے ذرا ناظرین غور تو کریں کہ مجھ کو لوگوں نے کس قدر خواہ مخواہ مطعون کیا ہے کہ کتاب کے شائع ہونے کی خبر سنتے ہی تمام اخباروں میں میرا فضیحتا ہو رہا ہے اور تخیل ایسے معزز اخبار میں مطائبات کے عنوان سے ۲۰ جولائی سنہ ۲۸ء کے پرچہ میں جو کچھ بھی مجھ کو لکھا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے اور جب ایک ایسے سنجیدہ پرچہ کا یہ حال ہے تو میں تو محض یہ کہہ کر کہ "طالب علم ہوں کالج کے جنجال سے ہی چھٹکارا نہیں ملا ہے" اپنی بریت حاصل کئے لیتا ہوں مگر پھر بھی مجھ کو افسوس ہے اور ناظرین اس لہجہ کو معاف کریں فقط

عظیم

(ماخوذ از عفت المسلمات)

پردہ اور زمانہ جاہلیت

اگر زمانہ جاہلیت سے وہ زمانہ مراد ہی جو آنحضرتؐ کی نبوت سے پیشتر کا ہی تو اس زمانہ میں بھی پردہ کا رواج تھا لیکن یہ پردہ کسی خاص فرقہ یا قوم یا مذہب کا طرہ امتیاز ہرگز نہ تھا۔ ایران میں بہت پیشتر روسا اور بادشاہوں میں پردہ کا رواج تھا اور ایران کے ایک بادشاہ نے تو اپنی ملکہ کو محض اس وجہ سے طلاق دیدی تھی کہ اس نے بے پردہ ہوکر دربار میں آنے سے انکار کیا تھا۔ علاوہ اس کے ایرانی بادشاہوں میں تو پردہ اس قدر شدت کے ساتھ تھا کہ نرگس کے پھول بھی محل کے اندر نہیں جا سکتے تھے کیونکہ نرگس کی آنکھ مشہور ہی۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی پردہ کا رواج تھا جس کی تفصیل دینے سے میں عمداً گریز کرتا ہوں۔ چنانچہ عرب میں بھی زمانہ جاہلیت میں پردہ تھا۔ یہ پردہ کا رواج محض امارت اور ریاست پر مبنی تھا اور شرافت کے دعویدار اس کو ایک خصوصیت خیال کرتے تھے۔ عالی خاندان بیبیاں اور امیروں کی بی بیاں پردہ کرتی تھیں۔ اس کے ثبوت میں زمانہ جاہلیت

مشہور شاعروں کا کلام ایک حد تک بہت کافی ہے۔ میں ذیل میں چند اشعار نقل کرتا ہوں۔

من کان مسروراً بمقتل مالک   فلیأت نسوتنا بوجه نہار
یجد النساء حواسراً یندبنہ   یلطمن اوجہہن بالاسحار
قد کن یخبأن الوجوہ تستراً   فالیوم حین برزن للنظار

ترجمہ۔ جو شخص مالک کے قتل سے خوش ہوا ہے وہ ہماری عورتوں کو دن میں دیکھے۔ وہ دیکھے گا کہ عورتیں برہنہ سر نوحہ کرتی ہیں اور اپنے چہرے پہ صبح کو دوہتڑ مار رہی ہیں وہ شرم اور ناموس سے ہمیشہ اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں لیکن آج دیکھنے والوں کے سامنے بے پردہ آتی ہیں۔

(۲) ونسوتکم فی الروع بادٍ وجوہہا   یخلن اماءً والاماء حرائر (عمرو معدیکرب)

ترجمہ۔ لڑائی میں تمہاری عورتوں کے چہرہ کھل گئے تھے جس کی وجہ سے وہ لونڈیاں معلوم ہوتی تھیں گو کہ وہ بیویاں تھیں۔

(۳) سقط النصیف ولم ترد اسقاطہ   فتناولتہ واتقتنا بالید (نابغہ)

دوپٹہ گر پڑا اور اس نے جان کر ایسا نہیں کیا اس نے دوپٹہ سنبھال کر ہاتھوں سے پردہ کیا۔

(۴) ارین محاسناً وکنن اخری   وثقبن الوصاوص للعیون

پہلے انھوں نے اپنا حسن دکھایا پھر اس کو پوشیدہ کیا اور آنکھوں تک نقاب ڈال لیا۔

(۵) یضئ لنا کالبدر تحت غمامہ وقد ذل عن عراتنا یا لفا مہا

اس نے اس طریقہ پر جلوہ دکھایا کہ جس طرح چاند بادل میں ہو اور ہونٹوں کے اوپر سے ان کا نقاب ہٹ گیا۔

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ پردہ کا رواج عرب میں زمانہ جاہلیت میں تھا اور رسول اللہ کے زمانہ تک تھا کیونکہ شاعر عمرو معدیکرب نے آپ کا زمانہ بھی دیکھا۔ علاوہ اس کے حسب ذیل پردہ پوشی کے لباس رائج تھے

برقع۔ اس نام سے کون ناواقف ہے۔ اس میں دونوں آنکھیں کھلی رہتی تھیں

وصوص۔ یہ ایک نقاب کا نام ہے جو قریب پاؤ گز لمبا ہوتا تھا۔

نقاب۔ یہ اس سے ذرا نیچا ہوتا ہے۔

لفام۔ یہ نقاب سے کچھ ذرا زیادہ نیچا ہوتا تھا۔

لثام۔ یہ لفام سے بھی کچھ نیچا ہوتا تھا اور ہونٹوں تک آتا تھا۔

حبنثہ۔ یہ سب سے بڑا نقاب تھا اور سینہ تک آتا تھا۔

یہ سب روپوشی کے لباس زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اور پردہ کی رسم جاری تھی۔ پردہ کی حامی حضرات شاید یہ معلوم کرکے کہ اس زمانہ میں عورتیں ہی نہیں بلکہ مرد بھی پردہ کرتے تھے کہیں انکی حالت پر رشک کرنے لگیں کہ کاش ہم اس زمانہ میں ہوتے۔

یمن کے مشہور قبیلہ حمیر میں عورتیں ہی نہیں بلکہ مرد بھی پردہ کرتے تھے اور باہر نکلتے وقت چہرہ پر نقاب ڈالتے تھے اور ان کی دیکھا دیکھی یمن میں مردوں میں نقاب پوشی کا عام رواج ہو گیا تھا۔ کسی زمانہ میں

عکاظ کے میلہ میں لوگ عام طور پر چہرہ پر نقاب ڈالتے تھے۔ لیکن اس پردہ کے ساتھ ساتھ عورتوں کو زرق برق کپڑے پہنکر مشاعروں۔ دنگلوں اور تماشوں میں جانے کی عام اجازت تھی اور پردہ کے ساتھ ساتھ نیم برہنگی اور بے حیائی کے منظر بھی عام تھے۔ غرض یہ ایک واقعہ ہے کہ جس وقت اسلام نے جنم لیا اُس وقت عرب میں پردہ عام تھا۔

مدینہ کی عام حالت مدینہ کا اصلی نام یثرب تھا جس کے معنی اُجاڑ کے ہیں اور بوجہ معمولی گاؤں ہونے کے اس کا تمدن اور معاشرت بھی ویسا ہی تھا اور پردہ کا رواج بہت کم تھا۔ چنانچہ یہاں اکثر عورتیں بغیر سر کے رومال باندھے ہوئے بھی باہر نکلتی تھیں جو آزاد اور لونڈی میں اصلی نشان تمیزی تھا۔ اسلام نے اس حالت میں بہت کچھ ترمیم کی۔ اور بجائے اس کے کہ صرف شرفا پردہ کرتے ایسی ترمیمات کیں کہ پردہ امیر سے لیکر غریب تک عام ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی جو عورتیں نقاب ڈالتی تھیں اُن کو بھی اسلام نے اس سے منع نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی خود رسول اللہ نے نقاب کو بمشکل ہی گوارا کیا اور اکثر موقعہ پر آپ نے اس کو ہٹا دینے کو کہا۔ اسی طرح جو عورتیں مُنہ کھولے بے نقاب پھرتی تھیں ان سے بھی کبھی آپ نے کوئی تعرض نہ کیا اور عام اجازت دی۔ نقاب کے خلاف تو آپ کے احکامات میں بھی ہے کہ فلاں موقعہ پر نقاب نہ ڈالو۔ لیکن کہیں حضور نے یہ نہیں کہا کہ مُنہ چھپاؤ۔ اس کی بحث بر محل حدیث اور تواریخ کے باب میں حصہ دویم میں ہے جس کا ناظرین انتظار کریں۔ اب ہم قرآن شریف پر غور کرتے ہیں۔

قرآن اور پردہ

قبل اس کے کہ ہم یہ دیکھیں کہ پردہ کے بارہ میں قرآن شریف میں کیا آیا ہو اور خداوند کریم نے اس ضروری مسئلہ کے بارہ میں کیا ارشاد فرمایا ہو ہم کو ضرورت ہو کہ ہم چند باتوں پر غور کرلیں جو قرآن کی خصوصیات ہیں اور جن کے بارہ میں عوام میں بہت بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں اور جو بظاہر قرآن کی طرف سے ہماری لاپرواہی کا نتیجہ ہیں۔ سب سے زبردست غلط فہمی یہ ہو کہ ہم خیال کرتے ہیں کہ:-

(۱) کلام اللہ خدا کا کلام ہو لہذا سخت مشکل ہو اور بشر کی مجال نہیں جو سمجھ سکے۔

یہ خیال کیونکر پیدا ہوا اور اس کا ذمہ دار کون ہو؟ سب سے پہلی وجہ تو ہماری خود ہی لاعلمی ہو اور دوسری وجہ یہ ہو کہ ہمارے علمائے شروع شروع میں اس قدر سخت پابندیاں اور سختیاں عاید کیں کہ ہم کو قرآن سے سروکار نہ رہا۔ وہ پابندیاں یہ تھیں کہ نہ معلوم کہاں کی دلیل لاکر یہ حکم لگا دیا گیا کہ قرآن کو بغیر وضو کیئے ہاتھ تک نہ لگاؤ۔ حالانکہ خود قرآن بتاتا ہو کہ مجھ کو کس کس حالت میں پڑھو اور کس حالت میں نہ پڑھو۔ عوام کی نماز چھوٹی اور اس سے وضو چھوٹا اور لامحالا قرآن چھوٹا۔ علاوہ اس کے دوسری قید یہ لگائی گئی کہ قرآن پاک کا ترجمہ

نہ ہونا چاہیئے اور اس پر ہمارے مذہبی پیشواؤں نے وہ غل مچایا کہ خدا کی پناہ۔ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھیئے کہ ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جنھوں نے لاکھوں مسلمانوں کو قرآن کی حکمت اور خوبی سے بے بہرہ رکھا اور ترجمہ بھی اگر کرنے دیا تو وہ اس خوبی کا کہ خاک سمجھ میں نہ آسکے ہزاروں آج کل کے ترجمہ ایسے ہیں جو بالکل بے معنی ہیں اور خدا خدا کرکے جب ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم نے بامحاورہ ترجمہ کیا تو ان کو کفر کا فتویٰ مرحمت فرمایا۔ جب سے بامحاورہ ترجمہ عام ہوا ہے قرآن کی تعلیم بھی قدرے عام ہوئی ہے کبھی بھی ہمارے علما نے یہ نہیں کہا کہ بھائی قرآن آسان چیز ہے اور نہایت صاف زبان میں ہے اس کو پڑھو اور بامحاورہ ترجمہ پڑھو اور اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ بے محاورہ ترجمہ نے ایک یہ بھی خیال پیدا کر دیا کہ ترجمہ میں اصلی معنی ادا نہیں ہو سکتے۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ ترجمہ کے اوپر ہی تمام جملہ علوم و فنون کا دارو مدار ہے اور ہم کہیں کہ ترجمہ میں معنی خبط ہو جائینگے! ایسے لوگوں کے نزدیک تمام علم و ہنر اوسی زبان کا حصہ ہو گئے جس میں اُن کی تصنیف ہوئی تھی۔ اور اُردو یونیورسٹی حیدر آباد والے محض جھک مار رہے ہیں۔

اب ہم کو ایسے لوگوں کو جواب خود قرآن سے دینا ہے حسب ذیل وہ چند آیات درج کی جاتی ہیں جن میں خود خدا فرماتا ہے کہ قرآن آسان ہے۔

(۱) وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۔ اور ہم نے اُتاریں تیری طرف آیتیں واضح (البقر)

(۲) یا ایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبینا (النساء)

ترجمہ۔ لوگو تم پاس پہونچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اُتاری ہم نے تم پر روشنی واضح۔

(۳) افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتب مفصلاً (الانعام)

اب سوائے اللہ کے کسی اور کو منصف کروں اور اُسی نے تم کو کتاب بھیجی واضح۔

(۴) ولقد جئنٰھم بکتب فصلنہ علیٰ علم ھدیً ورحمۃ لقوم یومنون (الاعراف)

اور ہم نے اُن کو پہونچا دی ہو کتاب جو کھول کر بیان کی ہو خبرداری سے راہ بتائی اور مہربانی ایمان والے لوگوں کو۔

(۵) تلک ایت الکتب المبین (ت) یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی (یوسف)

(۶) فانما یسرنٰہ بلسانک لتبشر بہ المتقین وتنذر بہ قوما لدا (مریم)

سو ہم نے آسان کیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشی سنادے تو ڈر والوں کو اور ڈرا دے جھگڑے والوں کو۔

یہ ہیں کھلی آیات جن سے صاف ثابت ہو کہ قرآن کریم آسان کتاب ہو۔ جو شخص کہتا ہو کہ قرآن مشکل ہو اور عام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہو وہ قرآن پر اور خدا پر بہتان لگاتا ہو۔ قرآن جاہلوں کے لیے بھی اُترا ہو اور واقعتاً جاہلوں ہی کو اس کی زیادہ ضرورت ہو اور اگر ان کی ہی

سمجھ میں نہ آیا اور صرف عقلمندوں تک اُس کی تعلیم محدود رہ
نے اپنا مقصد ہی فوت کیا۔ جو شخص کہتا ہے کہ قرآن عقلمندوں و
ہیں آسکتا ہے وہ گویا یہ کہتا ہے کہ ایک حکیم ہے جس کا علاج تندرست ہی
کرا سکتے ہیں۔

(۲) دوسرا خیال لوگوں کا یہ ہو گیا ہے کہ قرآن (نعوذ باللہ) نامکمل کتاب
ہے اور ہم کو وہ کوئی بات پوری طرح نہیں بتاتی مثال کے طور پر فرماتے
ہیں کہ نماز کے قواعد تک اُس میں نہیں ہیں کہ کتنی رکعت کس وقت اور
کس ترتیب سے پڑھیں۔ اس کا جواب میں صرف اتنا دینا چاہتا ہوں
کہ وہ ذرا قرآن کو غور سے پڑھیں۔ اس سے زیادہ جواب دینے میں
ایک ایسی بحث اُٹھ کھڑی ہوگی جو بیحد طویل ہو جائے گی۔ سب سے بہتر
اس بات کا جواب وہ ہے جو خود خداوند تعالےٰ ایسے لوگوں کو دیتا ہے:۔
کل فی کتاب مبین۔ سب موجود ہے کھلی کتاب میں (ہود)
یہ جواب کافی ہے اور جو اس کو تسلیم کرنے کے بعد اگر مگر لگاتا ہے وہ محتاج
عقل ہے۔ جتنا کچھ بھی ضروری ہے۔ وہ کلام اللہ میں موجود ہے۔ کس قدر
بیوقوفی کی بات ہے کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نماز ایسی چیز کی پوری تفصیل
کلام اللہ میں موجود نہیں۔ ایسے لوگ شاید "باہمی حدیث بعدہ یومنون"
کے منکر ہیں۔ خدا ان کی حالت پر رحم کرے۔ (آمین)

(۳) تیسرا خیال لوگوں کا یہ ہے کہ قرآن شریف بغیر تفسیر اور احادیث
کی امداد کے ہمارے لیئے بالکل ایک معمہ ہے۔ یہ قول بھی ہمارے علما کا ہے

ں اس کی تائید میں سوائے اس کے کہ اَطِیْعُ اللّٰہَ وَاَطِیْعُ الرَّسُوْلَ
یعنی رسول کا کہنا ماننا خدا کا کہنا ماننا ہے، قرآن شریف سے ہرگز یہ نہیں ثابت
کر سکتے۔ بیشک رسول کا کہنا ماننا خدا کا کہنا ماننا ہے تو اس سے تو عاید نہیں
ہو سکتا ہے کہ قرآن ایسی واضح کتاب کے لئے کسی لغت یا تفسیر کی ضرورت
ہے۔ ایسا کہتے وقت یہ بھی نہیں خیال کرتے کہ دوسرے معنوں میں ہم
قرآن کے ایک زبردست دعوے کی تردید کرتے ہیں۔ اور وہ دعویٰ
یہ کہ قرآن مکمل ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور رسول اللہ نے اس کا کوئی
انتظام کیا ہوتا۔ قرآن ہر زمانہ کے لئے ہے اور ہر زمانہ میں لوگ اس
کے قوانین کی پابندی کرتے رہیں گے رسول اللہ نے جو نصائح اپنے
زمانہ کے لوگوں کو کئے وہ اسی قانون کے مطابق زمانہ کے موافق کیے
اور جوں جوں زمانہ بدلتا جائے گا ہر فعل اور قول کی تعریف بھی بدلتی
جائے گی جو آج اسراف ہے کل دنیا اس کو ضرورت بتا دے گی۔ آج
ایک بات تکبر میں داخل ہے تو کل وہ فعل انکساری پر دلالت کرے گا
اور اسی کے مطابق قرآن کریم کی پیروی ہوگی۔ لیکن قرآن کریم کا حکم
کہ اسراف نہ کرو برابر محیط رہے گا۔

دراصل ہم کو پتہ بھی نہیں چلتا اور افعال اور چیزوں کی تعریف بدلجاتی
ہے۔ مثال کے طور پر غور کیجئے کہ قرآن پاک حیاداری کی تعلیم دیتا اور نصیحت
کرتا ہے کہ بے حیائی بُری بات ہے۔ رسول اللہ کے زمانہ میں حیا کے اور معنی
تھے اور اب کچھ اور ہیں اکثر کام جو حیاداری پر مبنی تھے اب ہم ان کو

خلاف قواعد خیال کرتے ہیں۔ مثلاً ہماری ہندوستانی تہذیب اسلامی کے مطابق یہ ہرگز حیا میں داخل نہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے گلے میں اپنے خسر کے سامنے ہاتھ ڈالے یا اُس کی گود میں سر رکھ کر سوئے یا لیٹے اور اودھ میں تو اتنی سختی ہے کہ خسر کے سامنے ایک وقت میں لڑکی اور داماد اور لڑکا اور بہو نہیں آسکتے یہ آخر کس وجہ سے؟ محض اس بنا پر کہ ہماری تہذیب کی رسم مانع ہے اور ہم اس کو بعید از حیاداری خیال کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے ذرا اس زمانہ پر نظر کیجئے جس میں ہمارے رسولِ کریم بڑھے اور رہے۔ ذیل کے چند حوالہ جات کافی ہوں گے۔

ح (۱) حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ مجھ پر ابوبکرؓ خفا ہوئے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ پر چھونے لگے میں اس وجہ سے نہ ہل سکی کہ آنحضرت کا سر میری ران پر رکھا تھا (یہ آیت تیمم نازل ہونے کے موقعہ کا واقعہ ہے (بخاری)

(۲) آپ مرض الموت میں حضرت بی بی عایشہ صدیقہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹے تھے اور لوگ مزاج پرسی کو آتے تھے۔ ایک روز آپ بی بی عایشہ کے سینہ پر سر رکھے ہوئے تھے۔

(۳) آپ حضرت بی بی عایشہ کے ساتھ ایک ہی جگہ اوڑھے لیٹے تھے اور بی بی فاطمہ آپ کے پاس تشریف لائیں اور باتیں کرتی رہیں۔

غرض اسی قسم کے ایک نہیں بلکہ پچاسوں واقعات ہم کو اسلامی تواریخ میں ملیں گے (نعوذ باللہ) اگر ہم یہ کہیں کہ یہ افعال بعید از شرم و حیا ہیں تو ہم سے زیادہ نالایق کوئی نہیں۔

غرض اسی قسم کے واقعات ہم کو بتا سکتے ہیں کہ قرآن کے احکام اٹل ہیں اور ہر زمانہ کے لیئے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہر زمانہ کا معیار جدا گانہ ہے۔

اس مختصر بحث کے بعد ہم اب خاص پردہ کے مضمون پر آتے ہیں اور دیکھنا ہے کہ خداوند تعالےٰ اس بارہ میں ہم کو کیا حکم دیتا ہے۔

سب سے پہلے ہم کو اصول سے چلنا چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا پردہ کرنا یا نہ کرنا اسلامی اعتقاد سے کہاں تک تعلق رکھتا ہے قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کا بنیادی اصول مذہب سے کوئی تعلق نہیں یعنی یہ کہ پردہ نہ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوسکتا لیکن مُلّا اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ پردہ چونکہ احکام قرآنی سے ہے لہذا قرآن سے منحرف ہونے والا یا اس کی خلاف ورزی کرنے والا کافر ہے لیکن ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ مثال کے طور پر ایک شخص چوری کرتا ہے یا اور کوئی کام خلاف حکم گورنمنٹ کرتا ہے تو کیا ہم اس کو اس بنا پر پھانسی دے دیں گے کہ چونکہ اس فعل کے کرنے کی گورنمنٹ کی سخت ممانعت ہے اور جو گورنمنٹ کا حکم نہیں مانتا وہ باغی ہوا لہذا سزائے موت دینا چاہیئے غرض یہ ہم کو ماننا پڑے گا کہ اسلام کا رُکن پردہ ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی سزا قرآن شریف میں پردہ نہ کرنے والے کے لیئے ہے اور نہ ہی کسی روایت یا فقہ کی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ پردہ نہ کرنے والے کو خلفائے راشدین کے زمانہ میں کوئی سزا دی گئی۔ اس کے بعد ہم اب قرآن کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جن کو توڑ موڑ کر ہم مولوی نے

قرآن اور اسلام کو بدنام کیا ہے۔

الاحزاب

(۱)

ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقین فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہٖ مرض وقلن قولا معروفا وقرن فی بیوتکن ولا تبرج الجاھلیۃ الاولےٰ واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہٗ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراہ

"اے نبی کی بی بیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو خیال (فاسد) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ کے موافق بات کہو اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم دستور جاہلیہ کے موافق مت پھرو۔ اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔ اللہ تعالےٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ہر طرح پاک و صاف رکھے"

اب یہاں بحث یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس آیۃ سے اور عام مسلمانوں سے کوئی مطلب ہی نہیں اور مُلّا لوگ کہتے ہیں کہ ہے اور دلیل اس طرح

کرتے ہیں جو ہم ایک کتاب "قبول الصواب فی شمول الحجاب" سے نقل کرتے ہیں۔
۲ح "ابن ابی حاتم نے ام نائلہ سے روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رض (گھر میں) آئے تو اپنی اُمّ ولد کو (یعنی وہ لونڈی جس کے مالک سے اولاد ہوگئی ہو) گھر میں نہیں پایا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ مسجد گئی ہیں۔ جب وہ آئیں تو اُن پر چلاّئے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے عورتوں کو باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کو حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے اندر مقید رہیں۔ اور نہ جنازے کے ساتھ جائیں نہ مسجد جائیں، نہ جمعہ میں حاضر ہوں۔
ان صحابی نے قرن فی بیوتکن کو عام قرار دیا ہے۔ اور کسی روایت میں نظر سے نہیں گزرا کہ حضرت ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔ گو اس مقام پر خطاب تو انھیں کو ہے مگر علت کے عموم سے حکم عام ہے جیسے اس کے آگے پیچھے کے صیغے۔

ان ہر دو آیات میں گو خطاب حضرات ازواج مطہرات کو ہے لیکن محض اسی بنیاد پر اُن کو انھیں کے لیے مخصوص کردینا بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو جملہ احکام جو ان آیات میں دیے گئے ہیں عام مومنات کے لیے بھی اسی قدر ضروری ہیں جس قدر حضرات ازواج مطہرات کے لیے ان احکام کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) اطاعت خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)
(۲) ادائے نماز و زکوٰۃ (۳) قرار بیوت و ترک تبرّج
(۴) قول معروف (۵) تکلم بغیر الخضوع

نمبر ۱ و ۲ کی بابت تو کسی کو احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ محض ازواج مطہرات ہی کے لیئے ہوں۔ پس ان میں تو یہ حضرات اور عام مومنات دونوں یکساں اور برابر ہوئیں۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ باقی تین احکام میں بھی خطاب عام ہی یا نہیں۔ پہلے نمبر ۳ کو لے لیجیئے یعنی قرار فی البیوت و ترک تبرج کو تو اس میں غور کرنے سے بھی خصوصیت کا احتمال نہیں رہتا۔

"یہاں قرن کے بعد اُس کی تتمیم کے لیئے اُس کے مقابل ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی کو منع فرمایا گیا ہی اور ظاہر ہی کہ مقابل اس امر کو مقتضی ہی کہ عدم قرار سے روکنا منظور ہی اور اس عدم قرار کو تبرج جاہلیہ سے تعبیر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عدم القرار مذموم ہونے میں مثل تبرج جاہلیہ کے ہی۔ اور یہ یقینی ہی کہ یہ تتمہ ہی قرن کا اور تتمہ کسی شی کا حکم میں اُسی شی کے ہوتا ہی۔ اب اگر قرن کو خاص کیا جاوے گا تو ممانعت تبرج جاہلیہ کی بھی خاص ہی ہوگی۔ حالانکہ کوئی متدین یا عاقل اس کا قائل نہیں ہو سکتا کہ عام اُمت کی بی بیوں کو اظہار جاہلیہ مباح یا جائز ہی۔ جب یہ عام ہی اور قرن بوجہ ذی تتمہ ہونے کے گویا اس کا عین ہی۔ پس قرن بھی عام ہوگا" لہٰذا اس حکم میں بھی عام مومنات اسی طرح شامل ہیں جس طرح پہلے دو حکموں میں۔ اب حکم نمبر ۴ کو لیجیئے یعنی قول معروف کو جس کے معنی یہ ہیں کہ "صاف اور سیدھی بات کہو" اس پر کسی مزید بحث کی نہ ضرورت ہی نہ گنجایش۔ ہر شخص جانتا ہی کہ یہ طریقہ نہ صرف ازواج مطہرات کے لیئے ضروری ہی بلکہ عام مومنات کے لیئے بھی یکساں ضروری ہی اگر اس کو بھی

خاص کہا جاوے گا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالےٰ کا مقصود عام
مستورات کے بارے میں یہ ہے کہ وہ بول چال میں بجائے صاف اور
سیدھی بات کے ٹیڑھی اور ترچھی بات کہا کریں اگر یہ احکام کسی انسان کی
جانب سے دیئے گئے ہوتے تو ہم اس کو تھوڑی دیر کے لیئے باور بھی کر لیتے
کہ شاید اس کا یہی مقصود ہو۔ مگر اللہ تعالےٰ سے اس امر کی اُمید رکھنا کہ
وہ اپنی بندیوں کو بُری راہ پر لگانا چاہتے ہیں بہت بڑی دلیری
اور جرائت کا کام ہے اور بالکل خلاف عقل۔

حکم نمبرہ کی رو سے نرم لہجے میں گفتگو کرنے کا اذن نہیں ہے۔ اگر اس
حصۂ آیت کو سطحی نظر سے دیکھا جاوے تو تھوڑی دیر کے لیئے یہ شبہ ہو سکتا
ہے کہ شاید یہ حکم اظہارِ خودداری کے لیئے ہو اور شاید ہمارے نو تعلیم یافتہ
بھائیوں ہی کا کہنا صحیح ہو کیونکہ وہ اس حکم کے متعلق بھی فرمایا کرتے ہیں
کہ اس میں طریقۂ خودداری تعلیم کیا جا رہا ہے مگر نظرِ تعمق سے ملاحظہ فرمایئے
تو آپ کو اس حکم کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ ملیں گے فیطمع الذی فی قلبہ
مرض جو اس امر پر دلالت کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی غرض طریقہ
خودداری سکھلانا نہیں ہے بلکہ ایسے نرم لہجے سے گفتگو کی ممانعت ہے جس
سے مخاطب میں میلان نفسانی پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ چنانچہ اس میں
خود اللہ تعالےٰ ہی نے وہ حکمت بھی بتلا دی ہے جس کی غرض سے یہ حکم
نازل ہوا ہے یعنی انسداد فتنۂ مکالمت۔ پس جب یہ حکمت بھی ہم پر
روشن ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جہاں کہیں یہ حکمت اور علت ہوگی

وہاں یہ حکم بھی ضروری ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ علت عام مومنات میں بھی پائی جاتی ہے بلکہ بدرجہ اولیٰ کیونکہ ازواج مطہرات کو تو مسلمان مائیں سمجھتے تھے لہٰذا یہ حکم بھی صرف ازواج مطہرات کے لیے مخصوص نہیں رہا۔

تقریر مندرجہ بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ یہ احکام عام مومنات کے لیے بھی اسی قدر ضروری ہیں جس قدر حضرات ازواج مطہرات کیلئے اور یہ نتیجہ نکلا کہ جس طرح حکم نمبرہ کا منشا انسداد فتنۂ مکالمت ہے اسی طرح حکم نمبر۴ کا منشا انسداد فتنۂ مخالطت ہے۔ اور یہ کہ جس طرح تکلم مع الخضوع سے طامعین کے قلوب میں ہوس پیدا ہوسکتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ عدم قرار فی البیوت سے بھی اسی قسم کی ہوس پیدا ہونے کا خوف ہے کیونکہ آزادی سے باہر پھرنے کی صورت میں خواہ وہ جسم و چہرہ ڈھانک ہی کر کیوں نہ ہو کوئی اس بات کا ذمہ پوری طور پر نہیں لے سکتا کہ فتنہ مخالطت سے پوری طور پر حفاظت ہوسکتی ہے۔ اور اس تقریر سے پورے طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ محض تکلّم بغیر الخضوع فتنہ شہوت کو (جس کے اجزا فتنۂ مکالمت. فتنہ مخالطت اور فتنہ ابصار وغیرہ ہیں) نہیں روک سکتا تھا ورنہ یہ حکم دے کر پھر قول معروف وقرار فی البیوت کا حکم نہ دیا جاتا۔

آگے چلکر دوسری آیت کے آخر میں ایک اور علت بھی بتلائی گئی ہے جو پانچوں احکام پر بدرجہ مساوی جاری ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ

فرماتا ہے کہ ان کا منشا ان احکام کے ذریعہ سے رجس (ناپاکی) دور کرنے کا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان احکام کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی کا اندیشہ ہے پس جب ان جملہ احکام کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی ہوتی ہے تو اُس کے جزو یعنی قرار فی البیوت کے خلاف عمل کرنے سے بھی تو ناپاکی ہوگی۔ اس سے بدرجہ اولےٰ یہ امر ثابت ہو گیا کہ ان احکام کی پابندی عام مومنات کے لئے ضروری ہے اور اس زیادتی کی وجہ جیسا کہ اوپر بھی مذکور ہوا یہ ہے کہ حضرات ازواج مطہرات ام المومنین تھیں اور بوجہ حضور کی بی بیاں ہونے کے بہت بڑی شان اور وقار رکھتی تھیں اور یہ دونوں خصوصیتیں ایسی تھیں جو ایک بہت بڑی حد تک ان کو عدم قرار فی البیوت کی ناپاکی سے بچا سکتی تھیں مگر پھر بھی باوجود ان موانع دینی و نظری کے اللہ تعالےٰ نے قرار فی البیوت کا حکم دیا تو عام مومنات کو جن کے لئے اس قسم کے قومی موانع بھی موجود نہیں کیونکر اس حکم سے مستثنےٰ کیا جا سکتا ہے۔

البتہ جیسا کہ شروع میں اللہ تعالےٰ نے لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ فرما کر اشارہ کیا ہے۔ ان آیات سے حضرات ازواج مطہرات کا معظم و مکرم ہونا ضرور ثابت ہوتا ہے مگر اس تعظیم و احترام سے ان احکام کی پابندی انھیں کے ساتھ مخصوص نہیں کی جا سکتی وہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کے بارے میں ان احکام کی پابندی اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ وہ معمولی مستورات کی طرح نہیں ہیں۔ پس ازواج مطہرات کے بارے میں قرار فی البیوت وغیرہ نہ صرف علت عظمت و احترام کے سبب

ضروری ہوا ہے بلکہ علت فتنہ مکالمت ومخالطت وحفاظت عن الاجانب وانسداد فتنہ مکالمت ومخالطت کی غرض سے لازمی گردانا گیا۔

علاوہ اِن علتوں کے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے دو اور قوی وجوہات بھی ہیں جن کی وجہ سے ہم ان آیات کو حضرات ازواج مطہرات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں کہہ سکتے۔ ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ان آیات کے احکام کا بیشتر حصہ مثلاً ادائے صلوٰۃ وزکوٰۃ واطاعت خدا ورسول جس کو مخالفین کو بھی عام کہے بغیر چارہ نہیں ازواج مطہرات اور عام مومنات دونوں کے لیئے یکساں ہیں اور قرار فی البیوت وغیرہ کا حکم انھیں عام احکام کے ضمن میں آگیا ہے۔ پس اگر خدا تعالےٰ کو قرار فی البیوت وغیرہ مخصوص کرنا منظور ہوتا تو یہ حصہ ان آیات کا علیٰحدہ سے نازل ہوتا اور عام وخاص احکام ہرگز ایک دوسرے میں مدغم نہ کیئے جاتے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بموجب آیت یدنین علیھن الخ بوقت ضرورت شدیدہ باہر نکلنے میں اللہ تعالےٰ نے ازواج مطہرات۔ بنات مقدسات اور عام نساء المسلمین کے ساتھ یکساں برتاؤ فرمایا ہے۔

چنانچہ اس آیت میں لازواجک کے ساتھ وبناتک ونساء المؤمنین بھی ہے۔ یعنی آزادی سے جو فتنہ شہوت کا ایک جزو ہے بچانے میں دونوں کو مساوی درجے میں رکھا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ گھروں میں بیٹھنے میں بھی دونوں کا درجہ مساوی ہی ہونا چاہیئے کیونکہ یہ طریقہ بھی تو فتنہ شہوت کے ایک دوسرے جزو یعنی فتنہ اختلاط سے بچانے کے لیئے ہے

لہٰذا ان دونوں وجوہ سے بھی مثل تقریر مندرجہ بالا کے یہی ثابت ہوا ہے کہ جملہ احکام عام ہیں اور ان کی پابندی جس طرح حضرات ازواج مطہرات کے لیے ضروری ہے۔ بعینہٖ اسی طرح عام مومنات کے لیے بھی ضروری ہے"

ناظرین نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ یہ پردہ نشین حضرت کون ہیں۔ زور بیانی اور عربی نما اُردو بتا رہی ہے کہ مصنف کون ہے۔ ظاہرا دلیلوں کے پل باندھ دیئے اور ہمارے لیے کچھ گنجایش ہی نہ چھوڑی مگر اب دیکھیے کہ ان دلیلوں کی جن کا کہ دارومدار محض تاویلات اور قیاس پر ہے ہم کلام اللہ اور کلام رسول سے حقیقت کھولتے ہیں انگریزی وال توخیر بدنام ہیں کہ قرآن کے آگے اور پیچھے کے الفاظ اُڑا کر لاتقربوا الصلوٰۃ کا لطیفہ بناتے ہیں مگر یہاں بھی کم وبیش وہی مضمون ہے۔ ہم کو یہاں اب اس کی ضرورت پڑی کہ اس آیت کا پورا کا پورا مضمون مع اوپر کی آیتوں کے قرآن پاک سے نقل کریں تاکہ سب معاملہ صاف ہو جائے۔ (رکوع ۳ سے تطہیرا تک)

یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوٰۃ الدنیا وزینتھا فتعالین .... ویطھرکم تطھیرا۔

ترجمہ۔ اے نبی اپنی بی بیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دیدوں اور تمھیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو چاہتی ہو تو (سمجھ لو کہ) بیشک اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے بڑا (اچھا) بدلہ تیار کیا ہے۔ اے نبی کی بی بیوں جو کوئی تم میں سے

صریح برائی کریگی تو اُس کے لیئے دوہرا عذاب دوگنا کیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اُس کے رسول کی تابعداری کریگی اور نیک کام کرے گی ہم (اس کے نیک کاموں) کا ثواب دونا دیں گے۔ اور ہم نے (آخرت میں) اُس کے لیئے عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔ ای نبی کی بی بیوں اگر تم پرہیزگاری کرو تو تم کسی معمولی عورت کی طرح نہیں ہو۔ پس تم (اجنبی مردوں) سے بات کرنے میں نرمی نہ کرو۔

شانِ نزول "کسی جنگ سے مالِ غنیمت اور لونڈی باندیاں اس کثرت سے آئیں کہ غریب آدمی بھی آسودہ ہو گئے تو حضرت کی ازواج نے بھی اس میں سے حصّہ لینا چاہا جو عسرت سے زندگی بسر کرتی تھیں۔ رسول اللہ کو یہ پسند نہ تھا چنانچہ حضرت سیّدہ کو بھی ایک مرتبہ ایسا ہی جواب دے چکے تھے۔ آپ نے اپنی بی بیوں کو اُمت کی مائیں بنایا تو ویسا ہی جیسا کہ ماں کرتی ہے اُن کو تلقین کرتے تھے جس طرح ماں اپنے بچہ کے ہوتے ہوئے نہیں لیتی اور کل دُنیاوی چیزیں بچوں کو دے دیتی ہے ویسے یہ بھی ہے حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے جو اس کی شانِ نزول بیان کی ہے وہ بھی یہی ہے۔

آپ آیت مذکورہ کے پورے مضمون پر غور کیجئے تو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ خداوند تعالےٰ رسولؐ کی بی بیوں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ تم کو اگر دُنیا کے آرام پسند ہیں تو ویسا کہو کہ تم کو کچھ دیکر رخصت کیا جائے اور اگر نبیؐ کے ساتھ رہنا ہے تو اُسی طرح رہو جس طرح رہتی آئی ہو۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ احکام ہیں جو نازل ہوئے ہیں کہ اگر

تقوی اختیار کرو تو یہ کرو۔ ہم کو تو صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو ایک قسم کی شرط ہے کہ اگر دنیا پسند کرو تو تمہارے لیے یہ ہے اور اگر نبی کے ساتھ رہنا پسند کرو تو آسودگیوں پر نظر نہ ڈالو اور جانتی ہی ہو کہ اس میں زہد و تقوی نماز و زکوٰۃ وغیرہ ہیں۔ ہمیں تو اس میں حکم معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حکم کے نزول کی دو صورتیں ہوتی ہیں پہلی تو یہ کہ حکم جب ہوتا ہے جب کوئی اس کے خلاف ورزی کر رہا ہو یا اندیشہ ہو۔ اور دوسری یہ کہ حکم میں کوئی نئی بات ہو ورنہ ان دونوں صورتوں کے علاوہ اگر کوئی صورت ہوگی تو وہ محض تاکیدی یا زیادہ سے زیادہ تاکیدی حکم ہوگا۔ مثال کے طور پر اسی سورہ کا شروع کا حصہ لیجئے:۔

یا ایھا النبی اتق اللہ ولا تطع الکفرین والمنفقین" یعنی اے نبی ڈر کر اللہ سے اور مت کہا مان کافروں کا اور منافقوں کا" یہاں محض تاکیدی شان ہوسکتی ہے ورنہ محض رسول کے فضائل کا بیان ہے کیونکہ وہ ایسے ہی ڈرتے ہیں اور کافروں کا کہنا نہیں مانتے۔ کیونکہ کفار سے تو صریح مخالفت ہے اور وہ دشمن خدا ہیں۔

اب ہم کو دیکھنا ہے کہ اس آیت میں کیا کیا باتیں ہیں اور آیا ان کے بارہ میں قرآن میں اور کہیں بھی کچھ ہے یا نہیں:۔

(۱) غیر مردوں سے بات کرنے میں نزاکت سے بات نہ کرو۔

(۲) اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم دستور جاہلیہ کے موافق مت پھرو۔

(۳) نماز و زکوٰۃ کی پابندی۔

(۴) اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت

اب اس میں سے نمبر(۱) کو لیجئے سب سے پیشتر جو بات ہم کو ملتی ہے وہ یہ کہ عورتوں کو غیر مردوں سے بات کہنے کی صاف اجازت ہے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو نبی کی گھر والیوں کا عام شعار ہے۔ وہ کبھی بھی نزاکت سے غیر مردوں سے بات نہیں کرتی تھیں کیونکہ یہ فعل دراصل نبیؐ کی عورتوں کا شعار پیشتر ہی سے تھا اور اس کی تردید نہ تو کسی حدیث ہی سے ہوتی ہے اور نہ ہی شان نزول سے۔ اسبات کا فائدہ بتا کرنا کیدی کیفیت پیدا کی گئی ہے۔ قرآن میں پاکیزگی قلب اور نیک نیتی اور تقوے کے بارہ میں بار بار تاکید موجود ہے۔ نزاکت یا غیر صفائی سے بات کرنا تو واقعی خراب بات ہے اور ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ ہرگز ہرگز نبی کی عورتوں کا شیوہ نہیں رہا ہوگا۔

اب نمبر(۲) کو دیکھئے تو سب سے پیشتر لفظ تبرج پر غور کیجئے۔ احادیث نبوی کی کئی کتابوں میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بہت سی عورتیں باوجود کپڑے پہنے ہونے کے برہنہ رہتی ہیں اور وہ وہ ہیں جو بہت سے کپڑے پہن کر زرق برق بن کر اٹھلاتی پھرتی ہیں۔ اب قرن بیوتکن کو لیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ جملہ الگ نہیں ہے بلکہ تبرج والے جملے کو پورا کر رہا ہے اور یہ بھی نبی کی عورتوں کا شروع ہی سے شعار رہا ہے کہ وہ تبرج جاہلیت سے دور رہتی تھیں۔ اور ایسا فعل کسی حدیث یا روایت سے ثابت نہیں

ہوتا کہ (نعوذ باللہ) حضور کی کسی بی بی نے بھی تبرج جاہلیت کیا ہو۔ احکام نمبر ۳ و نمبر ۴ بالکل صاف ہیں اور اس کو مولوی صاحبان بھی مانتے ہیں کہ رسول اللہ کے گھر کی بی بیاں ان پر پیشتر ہی سے پابند تھیں اور یہ ان کا شعار تھا۔ تعجب ہے کہ اس سے پیشتر نمبر ۱ و نمبر ۲ کو ایسا کیوں نہیں مانتے حالانکہ قرآن پاک میں ان کل باتوں کے بارہ میں احکام اور جگہ صاف صاف موجود ہیں اور صرف یہیں نہیں آئے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ حکم کسی بات کے بارہ میں صرف ایک جگہ آتا ہے اور بقیہ مقامات پر صرف اس کی تاکید آتی ہے یا شعار بیان کیا جاتا ہے اور اس کی تعریف ہوتی ہے۔

ہماری دانست میں تو بحث یہیں ختم ہو جانا چاہیئے۔ اول تو یہ حکم ہی نہیں ہے۔ اور دراصل نبی کی بی بیوں کے فضائل ہیں جن کا بیان تاکیدی پیرایہ لیئے ہوئے ہے اور دوسرے یہ کہ اگر احکام بھی ہیں تو خاص نبی کی بی بیوں کو خدا نے مخاطب کیا ہے۔ اس سے زیادہ صاف اور الفاظ کیا ہو سکتے ہیں کہ "اے نبی کی بی بیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو" لیکن مولوی صاحبان اس کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ یہ سب کے لیئے یکساں ہیں جو سراسر غلط ہے جیسا کہ صاف الفاظ سے ظاہر ہے۔ چاہیئے کہ ہم بحث کو یہیں ختم کر دیں مگر ہم اگر تھوڑی دیر کے لیئے مان بھی لیں کہ یہ احکام ہیں تب بھی تو عام مسلمان عورتوں پر یہ احکام محض اس وجہ سے نافذ نہیں ہو سکتے کہ اس میں ان کے لیئے سراسر فائدے ہیں۔ جو حکم خدا نے وضاحت کے ساتھ نبی کی عورتوں کو برملا پکار کر دیئے ہیں وہ ہم اپنی

طرف ہرگز منسوب نہیں کریں گے چنانچہ اب ہم ان کو بحث کے لیے حکم ان کر ان کی تشریح کرتے ہیں۔

حکم نمبر ۳ سے صاف ظاہر ہے کہ گھروں میں ڈھنگ سے بیٹھو اور زمانہ جاہلیت کی طرح نہ پھرو۔

پردہ نشین حضرات نے اس سے یہ نکالا کہ اس میں دو حکم ہیں۔

(۱) گھروں میں بیٹھو۔

(۲) زمانہ جاہلیت کی طرح مت گھومتی پھرو۔

حالانکہ جب کوئی یہ کہتا ہے کہ "بیٹھو دھوپ میں مت پھرو" تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ خاص دھوپ میں جانے کے لیے بیٹھنے کو کہہ رہے ہیں ورنہ گھوم سکتے ہو لیکن مولوی صاحبان اس میں سے دو حکم نکالتے ہیں وہ یہ کہ ایک تو دھوپ میں کبھی نہ جاؤ۔ دوسرے یہ کہ بیٹھو۔ خواہ دھوپ ہو یا نہ ہو۔ اخیر ہم نے یہاں بھی شکست تسلیم کی اور اس سے ہمیں یہ آسانی ہوگئی کہ اب ہم کو صرف حکم بالا نمبر ا یعنی گھروں میں بیٹھو، پر بحث کرنا رہ گئی۔ جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں کہ یہ ایک حکم ہے اور پورے جملے یعنی اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم دستور جاہلیہ کے مطابق مت پھرو" کے معنی صرف یہ ہیں کہ "قدیم دستور جاہلیہ کے مطابق مت پھرو" اور قرن بیوتکن یعنی گھروں میں قرار کرنا صرف اسی بات کے لیے منع ہے اور بقیہ باتوں کے لیے منع نہیں ہے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ ازواج مطہرات و نیز عام مسلمات نے

اس تاکید کو کیا سمجھا اور کیا دستور رہا۔ ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات پر تاکید نے اپنا اثر دکھایا ہوگا اور وہ اور بھی ان باتوں کا خیال رکھتی ہونگی اور انھوں نے بہ نظر احتیاط اس تاکید سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی اور جہاں تک ہوسکا اس میں اپنے اوپر سختی کی لیکن ہم اب چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرن بیوتکن صرف تبرج جاہلیت کے لیئے تھا ورنہ اور باتوں کے لیئے قطعی نہ تھا اور بالکل اس سے وہی مطلب تھا کہ گھر میں بیٹھو دھوپ میں مت جاؤ سے مطلب یہ نہیں ہے کہ جب دھوپ نہ ہو تو بھی نہ جاؤ۔ گھر میں بیٹھو کھیلنے مت جاؤ سے مطلب یہ ہے کہ کھیلنے کے لیئے مت جاؤ ویسے جاؤ۔ حدیث ملاحظہ ہو:۔

۴۲ "حضرت عائشہ نے کہا کہ جب رسول اللہ سفر کرتے تھے تو اپنی بی بیوں پر قرعہ ڈالتے تھے ان میں سے جس کے نام پر قرعہ پڑتا تھا اس کو ساتھ لے جاتے تھے ایک غزوہ میں آپ نے ہم پر قرعہ ڈالا تو میرے نام پہ قرعہ پڑا اس لیئے میں بعد نزول حکم حجاب آپ کے ساتھ سفر میں نکلی"۔ (بخاری)

یہ حدیث در اصل آئندہ حجاب کے حکم سے بھی بعد کی ہے۔

اور ایک حدیث ملاحظہ ہو:۔

۴۳ حضرت انس رضی سے روایت ہے رسول اللہ کا ایک ہمسایہ شوربا عمدہ بناتا تھا وہ فارس کا تھا ایک بار شوربا بنایا رسول اللہ کے لیئے اور آپ کو بلانے آیا آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے اس نے

کہا نہیں آپ نے فرمایا تو میں بھی نہیں آتا پھر وہ دوبارہ بلانے کو آیا آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو میں بھی نہیں آتا۔ پھر سہ بارہ آپ کو بلانے کے لیئے آیا آپ نے فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے وہ بولا تیسری بار ہاں، پھر دونوں چلے ایک دوسرے کے پیچھے (یعنی حضرت اور عائشہ صدیقہ) یہاں تک کہ اس کے مکان پر پہونچے"۔ (مسلم) ؎۱

ح ۵ ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب ہم کو پردے کا حکم ہوا اس کے بعد سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حاجت کے لیئے نکلیں اور وہ ایک موٹی عورت تھیں جو سب عورتوں سے نکلی رہتیں موٹاپے میں اور جو کوئی ان کو پہچانتا تھا اس سے چھپ نہ سکتی تھیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا اور کہا ای سودہ قسم خدا کی تم اپنے تئیں ہم سے چھپا نہیں سکتیں۔ اس لیئے سمجھو تم کیسے نکلتی ہو۔ یہ سن کر وہ لوٹ آیئں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی اتنے میں سودہؓ آیئں اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نکلی تھی تو عمرؓ نے ایسا ایسا کلام کیا۔ اسی وقت آپ پر وحی کی حالت ہوئی پھر وہ حالت جاتی رہی اور ہڈی آپ کے ہاتھ ہی میں تھی آپ نے اس کو رکھا نہ تھا۔ آپ نے فرمایا تمکو اجازت ہوئی حاجت کے لیئے نکلنے کی (ف) علامہ نووی رح نے کہا اس حدیث سے یہ نکلا کہ عورت قضائے حاجت کے لیئے معمولی مقام پر بغیر خاوند کی اجازت کے جا سکتی ہے۔

؎۱ اس موقعہ پر بی بی عائشہؓ رسول اللہ کے پاس بیٹھی تھیں اور یہ شخص رسول اللہ سے انگلی سے اشارہ کرتا تھا کہ تاکہ عائشہؓ نہ دیکھ لیں اور آپ بھی اشارہ سے منع کرتے تھے اور عائشہؓ کی طرف انگلی کرتے تھے (نسائی) ظاہر ہے کہ عائشہؓ کا منہ کھلا تھا۔

اور قاضی عیاض نے کہا اس قسم کا حجاب یعنی پردہ حضرت کی بی بیوں سے خاص تھا جس میں منہ اور ہتھیلیاں بھی نہ کھلیں اور ان کو کپڑے کے اندر بھی اپنا جثہ دکھانا درست نہ تھا مگر حاجت ضروری کے لئے اور جب حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو ان کی نعش پر ایک قبہ سا بنا دیا تھا کہ ان کا جثہ نہ معلوم ہو۔ (مسلم)

ح صفیہؓ بنت حیی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے میں آپ کی زیارت کو آئی رات میں میں نے آپ سے باتیں کیں پھر میں کھڑی ہوئی لوٹ جانے کو آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوئے مجھے پہونچا دینے کو۔ میرا مکان اسامہؓ بن زید کے مکان میں تھا۔ راہ میں انصار کے دو آدمی ملے جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ جلدی جلدی چلنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنبھل کر چلو یہ صفیہؓ بنت حیی ہے" (ام المومنین) مسلم

ح "عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے ہم نے رسول اللہ کے ساتھ ایک میت کو دفنایا جب وہاں سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے اور ہم بھی آپ کے ساتھ لوٹے یہاں تک کہ ہم میت کے مکان تک پہونچے۔ وہاں آپ ٹھہر گئے۔ دیکھا تو ایک عورت سامنے سے چلی آتی ہے۔ راوی نے کہا میں سمجھتا ہوں آنحضرت نے اس عورت کو پہچان لیا جب وہ عورت چلی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ سیدۃ النساء فاطمہؓ زہرا تھیں رسول اللہ نے ان سے پوچھا

تم کس واسطے نکلیں اپنے گھر سے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں اس گھر میں جہاں میت ہوئی گئی تھی تاکہ اس کے لوگوں کو تسکین دوں اور تعزیت کروں۔ رسول اللہ نے فرمایا شاید تم ان لوگوں کے ساتھ قبرستان تک گئیں انھوں نے کہا معاذ اللہ میں تو آپ سے اس کا بیان سن چکی ہوں۔ رسول اللہ نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک جاتیں تو میں ایسا کرتا (کچھ سختی سے آپ نے ارشاد فرمایا)" (ابوداؤد) (ایسا معلوم ہوتا ہے اور عورتیں قبرستان گئی ہونگی)

ج "حضرت علیؓ نے کہا فاطمہ زہراؓ نے چکی پیسی یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے اور پانی بھرا مشک میں۔ یہاں تک کہ ان کے سینے میں درد ہونے لگا۔ (ابوداؤد)

یہ تو وہ احادیث تھیں جن کے پڑھنے سے ہماری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ پھر جاتا ہے جس میں رسول اللہ کے گھر کی عورتیں ضروریات کے لیے چلتی پھرتی نظر آتی تھیں اور ہمارے دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ قرن بیوتکن محض تبرج جاہلیت کے لیے ہے نہ کہ ویسے ہی۔ افسوس ہے کہ کتاب طویل ہو جائے گی ورنہ ہم اتنے حوالے دے سکتے ہیں کہ پوری کتاب اس مضمون سے پر ہو جائے۔ اب ہم کچھ احادیث و روایات پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ عام مسلمات کیا کرتی تھیں۔

ح "ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا مت منع کرو اللہ کی لونڈیوں کو مسجدوں میں جانے سے لیکن وہ جب نکلیں کہ خوشبو نہ

لگائے ہوں" (ابی داؤد)

ایک مولوی صاحب اس کی یوں تشریح فرماتے ہیں۔ عورت کو خوشبو لگا کر نکلنا ناجائز رکھا ہی بعضوں نے فجر اور عشا کی نماز میں جائز رکھا ہی بعضوں نے مطلقاً منع کیا ہی کیونکہ یہ زمانہ فساد ہی دوسری یہ کہ رسول اللہ کے زمانہ میں عورتوں کا جانا مسایل دین سیکھنے کے لیئے ضروری تھا۔ وہ ضرورت جاتی رہی"۔ ہم کہتے ہیں کہ ضرورت پھر آگئی۔ اس سے تو ہمارے ہی خیال کی تائید ہوتی ہی کہ احادیث پر مذہب کی بنیاد مت رکھو۔ مگر یہ حدیث تو حکم عام ہی اور احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۰ح "عبداللہ بن عمر سے روایت ہی رسول اللہ نے فرمایا مت منع کرو اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے (ابی داؤد)

۱۱ح "عبداللہ بن عمر سے روایت ہی رسول اللہ نے فرمایا مت منع کرو اپنی عورتوں کو مسجد میں جانے سے لیکن اُن کے گھر ان کے لیئے بہتر ہیں"

(ابی داؤد)

۱۲ح "عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہی رسول اللہ نے فرمایا عورت کی نماز کوٹھری میں بہتر ہی اس کی نماز سے گھر میں اور نماز اس کی حجرہ خانہ میں بہتر ہی اس کی نماز سے کوٹھری میں" (ابی داؤد)

اس حدیث کے راوی وہی حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے احادیث روایت کرنے کی پاداش میں قید کیا تھا۔ پردہ کے حمایتی حضرات اس حدیث کو بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں لیجیئے صاف

ممانعت ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ممانعت کہاں ہے۔ بلکہ صاف اجازت موجود ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک سے دوسرے پر فضیلت ہے مگر ممانعت نہ معلوم کہاں سے آگئی۔ اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ حدیث ۱۱ اور حدیث ۱۲ سے اس میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔ حدیث ۱۲ کو امام بخاری نے نقل کیا ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے ان بقیہ کو چھوڑ دیا ہے اور یہ ثابت ہے کہ امام بخاری کا پایہ اور کتابوں سے کہیں بلند ہے۔ لیکن پھر بھی ہم کو ان سب احادیث کے صحیح مان لینے میں قباحت نہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ مسلمانوں نے اس زمانہ میں کیا طرز اختیار کیا۔

۱۳ح "اسماءؓ بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے میں نے سُنا رسول اللہ سے فرماتے تھے جو عورت تم میں سے ایمان لائی ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر تو اپنا سر نہ اُٹھا دے جب تک کہ مرد اپنا سر نہ اُٹھا دیں تاکہ نظر نہ پڑے کسی مرد کے ستر پر" (ابی داؤد)

۱۴ح اُم المومنین ام سلمہ سے روایت ہے رسول اللہ جب سلام پھیرتے تھوڑی دیر ٹھہر جاتے لوگ اس کی وجہ یہ سمجھتے تھے کہ عورتیں مردوں سے پہلے چلی جاویں" (ابی داؤد)

۱۵ح "انس بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ نے مسجد نبی میں قبلہ کی جانب بلغم دیکھا آپ غصہ ہوئے یہاں تک کہ اُن کا چہرہ سُرخ ہو گیا ایک عورت انصار میں سے کھڑی ہوئی اور اس کو رگڑ کر اُس کی جگہ خوشبو لگا دی۔ آپ نے فرمایا یہ کام اچھا ہے" (نسائی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہو کہ خوشبو کی ممانعت سے یہ پہلے کا واقعہ ہو اور یہ بھی ثابت ہوتا ہو کہ عورتیں مُنہ لپیٹے نہیں رہتی تھیں۔

ح ۱۶ عبداللہ بن عباس سے روایت ہو ایک بہت خوبصورت عورت رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی تو بعضے لوگ اول صف میں چلے جاتے تاکہ وہ دکھائی نہ دیوے اور بعضے اخیر صف میں رہتے تھے اور جب رکوع کرتے تو بغلوں میں سے اُس کو جھانکتے جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔ لقد علمنا المستقدمین ..... الخ

یعنی ہم خوب جانتے ہیں اُن لوگوں کو جو آگے رہتے ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں اُن لوگوں کو جو پیچھے رہتے ہیں۔" (نسائی)

تعجب کا مقام ہو کہ خداوند تعالےٰ اس بات کو خوب جانتا تھا مگر پھر بھی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا۔ گو مسجد سے گھر کو افضل قرار دیا مگر منع نہیں کیا۔ اس حدیث کو پڑھنے کے بعد ذرا حدیث ح ۱۲ پڑھیے پھر ح ۱۱ اور پھر ح کو پڑھیے۔

ح ۱۷ "ابن عباس سے ایک شخص نے پوچھا کیا تم رسول اللہ کے ساتھ نکلتے تھے (عید کی نماز میں) اُنھوں نے کہا ہاں اور اگر میرا درجہ آپ کے نزدیک نہ ہوتا تو میں ساتھ نہ رہ سکتا تھا۔ آپ اُس نشان پاس آئے جو کثیر بن الصلت کے گھر کے پاس ہو آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا پھر عورتوں پاس آئے اُن کو وعظ اور نصیحت کی اور حکم کیا اُن کو صدقہ دینے کا تو عورتوں نے اشارہ کیا اپنے گلوں کی

طرف۔ ڈالتی تھیں بلال کے کپڑے میں (یعنی زیور) (نسائی)

۱۸ح "ابن عباس سے روایت ہے فضلؓ بن عباسؓ رسول اللہ کے ساتھ سوار تھے اتنے میں ایک عورت آئی خشعم کی آپ سے مسئلہ پوچھنے تھی سو فضلؓ اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ فضلؓ کی طرف دیکھنے لگی (وہ بھی خوبصورت تھی اور یہ بھی ویسے ہی آپ کو ڈر ہوا کہیں فضلؓ بگڑ نہ جائے) تو رسول اللہ فضلؓ کا منہ دوسری طرف پھیرنے لگے۔ وہ عورت بولی یارسول اللہ میرے باپ پر اللہ کا فرض حج آیا تو وہ بوڑھا ضعیف تھا اونٹ پر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں، اور یہ قصہ حجتہ الوداع کا ہے (نسائی)

یہ واقعہ تو پردہ کے حکم کے بہت بعد کا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا مخالفین کے پاس کیا جواب ہے۔

۱۹ح "ابو رشید انصاری سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا مسجد میں سے نکلتے ہوئے جب لوگ مل گئے تھے عورتوں کے ساتھ راہ میں آپ نے عورتوں سے فرمایا پیچھے ہٹ جاؤ تم کو بیچا بیچ راہ میں نہ چلنا چاہیئے بلکہ ایک کنارہ چلنا چاہیئے پھر عورت جب چلتی تو ایک طرف دیوار سے لگ کر چلتی یہاں تک کہ اس کا کپڑا دیوار پر اٹک جاتا (ابو داؤد)

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عورتیں مسجد میں جاسکتی ہیں اور ہم مولوی صاحبان کی طرح اگر کہیں تاویل کریں تو تو نہ جانے والیوں پر کفر کا فتویٰ

عاید کردیں لیکن مولوی صاحبان جن کو تاریخ اسلامی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اکثر فرما دیتے ہیں کہ یہ بات جب نہیں بلکہ فلاں وقت کی ہوگی۔ اور یہاں بھی کہدیں گے کہ یہ سب واقعات اسی آیت کے نازل ہونے سے پہلے کے ہونگے جو قطعی غلط ہے صرف ح ۱۸ ہی کافی ہے جو واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ لیکن ہم ذیل میں اور احادیث درج کرتے ہیں۔

ح ۳۰ "مجاہدؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت دو عورتوں کو مسجد میں جانے کی رات کو۔ ایک بیٹا اُن کا (بلال) بولا قسم خدا کی ہم کبھی اجازت نہ دیں گے اُن کو وہ مکر کریں گی (رات کو مسجد کے بہانہ سے کہیں اور جایا کریں گی) قسم خدا کی ہم کبھی اجازت نہ دینگے عبداللہؓ بن عمرؓ نے اس کو بہت سخت سست کہا اور غصہ ہوئے اور کہا میں تو رسول اللہؐ کا قول بیان کرتا ہوں ان کو اجازت تو ضرور ہے تو کہتا ہے ہم اجازت نہ دیں گے" (اس سے صاف ہو گیا کہ مسجد کے بارہ کی احادیث احکام پردہ سے بعد کی بھی تھیں اور کسی کو در اصل خیال بھی نہیں تھا کہ قرن بیوتکن سے سوائے تبرج جاہلیہ کے اور کچھ بھی مراد ہے) (ابوداؤد)

ح ۳۱ "ابوہریرہؓ کو ایک عورت ملی جس نے خوشبو لگائی تھی اور اس کے بدن میں سے خوشبو آ رہی تھی اور اُس کے کپڑے ہوا سے اُڑ رہے تھے اُنھوں نے کہا اے جبّار (خدا) کی لونڈی تو مسجد سے آئی ہے وہ بولی ہے، اُنھوں نے کہا تو نے خوشبو لگائی بولی ہاں، ابوہریرہ نے

کہا میں نے رسول اللہ سے سُنا جو میرے محبوب تھے آپ فرماتے تھے جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آوے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک اپنے گھر کو نہ لوٹے اور وہاں جا کر غسل نہ کرے" (ابو داؤد)

اب ہم یہاں صرف اتنی ہی احادیث پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ بتادینا چاہتے ہیں کہ آج کل کے مولوی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت عورت کے چہرہ پر کوئی کپڑا نہ ہونا چاہیئے بلکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وجہ اور کفین جو کھولنے کی اجازت ہی تو صرف نماز ہی کے لیئے یا گھر کے لیئے ہی۔ خیر مطلب ہمارا یہ ہی کہ نماز میں سارا مُنہ کھلا رہتا ہی۔ حضرت عمرؓ تک کے زمانہ میں جو کہ پردہ اسلامی کے بہت بڑے حامی تھے عورتیں برابر مردوں کے ساتھ نماز میں آتی تھیں اور ان کے لیئے باب النساء ایک دروازہ مقرر تھا۔ جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ اس بحث کے لیئے مواد موجود ہی اور اس پر مفصل بحث حصہ دویم میں پیش ہوگی جس میں کوئی حدیث مخالف یا موافق نہیں چھوڑی جائے گی۔ جس پر مفصل بحث مع تشریح کے نہ ہو۔ لیکن ہم کو اُمید ہی کہ ناظرین اچھی طرح سمجھ گئے کہ گھر میں قرار رکھو اور زمانہ جاہلیت کی طرح مت پھرو کا کیا مفہوم ہی۔ واقعہ یہ ہی کہ یہ اول تو حکم ہی نہیں ہی (اور حکم بھی ماننے میں ہرج نہیں) بلکہ ازواج مطہرات کا شعار بیان کیا ہی اور گویا تاکید ہی اور دوسرے یہ کہ اگر حکم بھی ہی تو صرف ازواج مطہرات کے لیئے اور تیسرے یہ اگر فرض کرلیں کہ عوام کے لیئے بھی یہ حکم ہی تب بھی تو ہندوستانی پردہ عائد نہیں ہوتا۔ عورتیں چہرہ اور ہاتھ کھول کر اپنے

تمام ضروری کام کرنے کے لیئے گھوم سکتی ہیں، دُنیا کے کاروبار کر سکتی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ "قرن بیوتکن اگر ایک الگ حکم مانیں اور تبرج جاہلیت سے پرہیز کرنے کو دوسرا حکم مانیں تو تو کہیں گھر سے نکلنے کی رخصت ہی نہ رہی گی۔ دراصل جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں اور سمجھا چکے ہیں اس جملے کے یہی معنی ہیں کہ صرف تبرج جاہلیت کے لیئے نہ نکلو ویسے نکلو لیکن بدقسمتی سے ہمارے مُلّا یہ کہتے ہیں کہ گھر میں بیٹھنے کا حکم ہے کاش وہ یہی کہتے جو اس کے اصلی اور صاف معنی ہیں اور جیسا کہ احادیث نبوی اور روایات سے صاف ثابت ہے۔ ناظرین نے دونوں طرف کی بحث پڑھ لی۔ مولوی صاحب نے صرف ایک حدیث نقل کی جس سے وہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ عام عورتوں کو قرن بیوتکن باہر مسجد میں جانے سے روکتا ہے اور ہم نے اتنی احادیث پیش کیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب خداوند تعالےٰ صاف صاف نبی کی عورتوں کو پکار کر کہہ رہا ہے تو عام عورتوں کا اس میں کیا دخل۔ قرآن شریف واضح کتاب ہے اور آگے ہم دیکھیں گے کہ جہاں عام مسلمات سے خدا مخاطب ہے وہاں صاف طور پر مخاطب ہے۔

علاوہ اس کے ہم نے قرن بیوتکن کے معنی یہاں پر وہی لیئے ہیں یعنی گھروں میں قرار کرنے کے ورنہ اس کے اصلی معنی یہ ہیں کہ وقار سے رہو۔ لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ اس کے معنی گھر میں قرار سے رہنے کے ہیں اور عدم قرار منع ہے لیکن صحیح معنی یہ ہیں کہ وقار سے رہو۔ کیونکہ اگر پہلے معنی لیں گے تو عدم قرار قطعی مانع آئے گا جو ناممکن ہے لیکن وقار سے رہنے سے باہر نکلنے کی

ممانعت نہیں ہوگی۔ جب ہم حدیث نمبرہ کو غور سے پڑھتے ہیں تو صاف معلوم ہوجاتا ہے۔ بی بی سودہؓ آپ کے پاس آئیں اور گویا یہ کہا کہ ضرورت سے باہر جانا کیونکر وقار میں کمی کرے گا۔ اگر کہیں قرار کا حکم ہوتا تو وہ شاید ہی نکلتیں۔ علاوہ اس کے حسب ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

(۱) قاریوں کا اس آیتہ کی قرات کے بارہ میں اختلاف ہے۔۔۔۔۔ بصرہ اور کوفہ کے عام قاریوں نے اسے قِرن پڑھا ہے جس کے معنی ہیں کہ اپنے گھروں میں وقار اختیار کرو اور یہی ہمارے نزدیک صحیح تر ہے" (ابن جریرؒ)

(۲) ایک قول یہ ہے کہ یہ "وقار" سے (صیغہ) امر ہے یعنی اہل وقار اور سکون بن جاؤ (خازن)

(۳) یہ مصدر وقار سے صیغہ امر ہے جیسے وعد سے عِدنَ اور "وصل" سے "صلن" اور معنی اس کے یہ ہیں کہ اہل وقار اور سکون بن جاؤ (بقول صاحب معالم التنزیل)

(۴) قِرن کے معنی ہیں کہ اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو (محدث دہلوی)

ہم پیشتر کہہ چکے ہیں کہ ہمارے لیئے یہ تفسیریں حکم کی حیثیت نہیں رکھتیں مگر پھر بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفاسیر صحیح ہیں کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ "گھر میں قرار کرنے" کے معنی اس قِرن بیوتکن سے کہیں بھی کسی نے سوائے ہندوستانی پردہ پسند حضرات کے نہیں لیئے۔ لہذا اس طرح پر اگر اس کو حکم عام بھی مان لیا جائے تب بھی گھروں میں مقید رہنا واجب نہیں آتا۔ ہر جگہ آپ کو یہی نظر پڑے گا کہ وقار سے گھر میں رہنا زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ ضرورتاً گھر سے باہر نکلنے میں

ونا رکھو نہیں ہوتا۔ مگر ہم نے غیر ضروری بحث سے بچنے کے لیئے قرآن بیون کے وہی معنی اپنی بحث میں لیئے ہیں جو پردہ نشین حضرات لیتے ہیں اب آئندہ بحث میں اور حدیث و فقہ کی بحث حصہ دوئم میں آپ خود دیکھ لیں گے کہ اس کے کیا معنی ہیں۔

الاحزاب

(۲)

اب ہم دوسری آیت کو لیتے ہیں اور یہ بھی آیات میں سے ایک ہے جس کی رو سے مسلمان عورتیں آج قید نظر آ رہی ہیں:-

یٰا یھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیر نظرین انٰہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ط ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لیستحی من الحق ط واذا سالتموھن متاعا فسئلوھن من ورا حجاب ط ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن ط وما کان لکم ان تو ذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا ذلکم کان عند اللہ عظیما

ترجمہ "مسلمانو! پیغمبر کے گھر میں نہ جایا کرو بغیر اس صورت کے کہ تم کو کھانے کے لیئے اجازت دی جائے تو اس صورت میں ایسے وقت پر جاؤ کہ

تم کو کھانے کے تیار ہونے کا انتظار کرنا نہ پڑے مگر جب تم کو بلایا جائے تو عین وقت پہ جاؤ اور جب کھا چکو تو آپ ہی آپ چلدو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اس سے پیغمبر کو تکلیف ہوتی ہو اور وہ اس کے اظہار میں تمہارا لحاظ کرتے تھے۔ لیکن خدا حق بات کے کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور ازواج مطہرات سے جب کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کو پاک وصاف کردے گا اور تمہارے لیئے یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ کو اذیت دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بی بیوں سے کبھی نکاح کرو۔ خدا کے نزدیک یہ بڑی بات ہے"

شکر ہے خدا کا کہ اس آیۃ میں لفظوں کے بارہ میں کوئی اختلاف موجود نہیں اور آیۃ شریفہ وضاحت اور سلاست بیان کا بہترین نمونہ ہے۔ اس میں چونکہ حجاب کا لفظ آگیا ہو لہذا اس کو آیت حجاب یا پردہ کی آیۃ کہتے ہیں۔ چونکہ اس آیت شریف کا شروع کا حصہ یا ایہا الذین امنو سے لیکر من الحق تک صاف ہی نہیں بلکہ بحث طلب بھی نہیں ہو لہذا ہم اس کے بعد کے حصہ کو لیتے ہیں۔

واذا سالتموھن متاعاً فسئلوھن من ورآء حجاب ذالکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً اذا لکم کان عند اللہ عظیما۔

ترجمہ:۔ اور جب تم کوئی چیز ازواج مطہرات سے مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کو پاک وصاف کردے گا۔ اور تمہارے لیئے

یہ جائز نہیں ہو کہ رسول اللہ کو اذیت دو اور نہ یہ کہ اُن کے بعد ان کی بی بیوں سے کبھی نکاح کرو۔ خدا کے نزدیک یہ بُری بات ہو۔

اب ہم اس آیت کی خصوصیات پر غور کرتے ہیں یہ بھی گزشتہ آیت کی طرح صاف ہو اور کسی تشریح یا تفسیر کی محتاج ہرگز نہیں۔ بلکہ بعض آیات سے وضاحت میں سبقت لے گئی ہو کیونکہ اس کی شان نزول بھی اس میں موجود ہو اور فوائد بھی اس کے اس میں موجود ہیں اور اس کا لب لباب حسب ذیل ہو:-

خداوند تعالےٰ عام مسلمانوں سے تین باتیں کہتا ہو:-

(۱) رسول کے گھر میں دعوت کے بارہ میں۔

(۲) نبی کی بی بیوں سے کوئی چیز مانگو تو آڑ سے مانگو۔

(۳) نبی کی بی بیوں سے نکاح مت کرو۔

صاف ظاہر ہو کہ عام مسلمانوں کی عورتوں کا خداوند تعالےٰ یہاں ذکر تک نہیں کرتا۔ اور اس بات کو حضرت محدث دہلوی نے بھی تسلیم کیا ہو۔ اور فرمایا ہو: حجاب آنست کہ از خانہ پیش مردم نیاید اگرچہ پوشیدہ باشد وآں از خواص ازواج مطہرہ آنحضرت است (شرح مشکوۃ) لیکن ہمارے مولوی صاحبان سمجھتے ہیں کہ آیت حجاب سے عام مسلمانوں کی عورتوں کے لیئے حکم نکلتا ہو کہ وہ بھی اسی اصول پر چلیں اور غیر مردوں سے اگر کوئی چیز لیں یا دیں تو پردہ بیچ میں حایل ہونا چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ ہو تو یہی ہی اور حکم ۳ کو بھی ہم آپ کی ہی منطق سے عام کیئے دیتے ہیں۔

سوائے اس کے ہم اور کیا کہیں کہ خدا ان لوگوں کا بھلا کرے۔ ہندوستانی فضا میں رہ کر ہم نے ہندوستانی پردہ کو جزو ایمان بنایا لہذا حکم ۳ کو علی الاعلان تمام عورتوں کے لیے اصولی اور عملی دونوں طریقہ پر فرض سمجھا۔ یہی نہیں بلکہ حکم ۲ کو بھی نہ چھوڑا اور اس کو گو اصولاً تو سب کے لیے فرض نہیں کیا مگر عملاً اس کو بھی اختیار کر لیا اور اگر ان حضرات کی ہم یوں ہی کورانہ پیروی کیے گئے تو وہ دن دور نہیں جب یہ حکم بھی عام ہو جائے گا کہ مسلمان بیوائیں دوبارہ شادی نہ کریں کیونکہ قرآن شریف میں صاف موجود ہے کہ نبی کی عورتوں سے کوئی مسلمان شادی نہ کرے! یہ نرالی منطق ہے شاید جعرافیہ والی منطق حادہ ہے۔

حسب ذیل دلائل سے مولوی صاحبان ثابت کرتے ہیں کہ حکم ۳ یعنی حجاب عام عورتوں پر فرض ہے:-

(۱) جب نبی کی عورتوں کے لیے حجاب باعث صفائی قلوب ہے تو ہماری عورتوں کے لیے بھی ہوا۔

(۲) جب نبی کی عورتوں کے لیے آڑ سے چیز دینے کا حکم ہوا جن کی طرف سے اندیشہ فتنہ کرنا ہی سخت گناہ ہے تو عام عورتوں کے اوپر تو اور بھی تاکید لازم آئی۔

کوئی وجہ نہیں کہ اسی منطق کی رو سے یہ لوگ یہ بھی نہ کہہ دیں کہ جب رسول کی بی بیوں کو بعد وفات شوہر نا جائز ہوا تو پھر عام مسلمانوں کی عورتوں پر تو اور بھی شدت کے ساتھ ہوا۔

غرض ان دلائل کو ایک مولوی صاحب نے حسب ذیل عبارت میں

بیان فرمایا ہے:-

"یہ آیت بھی حضرات ازواج مطہرات سے متعلق ہے مگر اس بنیاد پر ہم اس کو انھیں حضرات کے ساتھ مخصوص نہیں کر سکتے کیونکہ جو علّت اس حکم کی بیان کی گئی ہے یعنی حجاب کا ذریعہ طہارت قلوب ہونا وہ حضرات ازواج مطہرات اور عام انسان دونوں میں مشترک ہے بلکہ ہم نے آیات ماسبق میں ثابت کیا ہے کہ عام نساء کو حجاب کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے اس لیئے کہ وہ علاوہ شان اور عظمت و احترام جو حضرات ازواج مطہرات کو حاصل تھا اور جس کی وجہ سے وہ ایک بڑی حد تک فتنۂ اختلاط سے بچ سکتی تھیں۔ ان کو حاصل نہیں ہے۔"

ہم کو دلیل مذکورہ سے اتفاق ہے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ یہ باعث صفائی قلوب جملہ نساء ہے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ یہ فرض ہو گیا۔ ایک حکیم سچے موتیوں کا نسخہ ہر شخص کے لیئے نہیں لکھتا کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ ایک غریب آدمی کے لیئے فائدہ مند تو ضرور ہوگا مگر اس میں پھر بھی اس کا نقصان ہوگا کیونکہ مفلسی کی بیماری لگ جائے گی۔ غرض ایسے نسخہ میں ایک غریب آدمی کے لیئے فوائد کم اور نقصان زیادہ ہیں۔ اب اگر کوئی غریب آدمی یہ کرے کہ طبیب نسخہ تو ایک خاص آدمی کے لیئے لکھے اور دوسرا اس کو استعمال کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ یہ اصول کہاں تک درست ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ صفائی قلوب کے لیئے یہ نسخہ اچھا ہے مگر ہمارے حکیم نے ہمارے لیئے یہ تجویز نہیں کیا۔ ہم مانتے ہیں جس کے لیئے تجویز کیا گیا اُس کو ضرور فائدہ دے گا اور

یہ ہمارا مذہب ہے کہ ہمارے لیئے اگر ضروری ہوتا تو ہمارے مہربان حکیم نے ضرور ہم کو بتایا ہوتا۔ کوئی وجہ ہی ہے جو ہمارے مہربان اور کریم نے یہ عمدہ نسخہ ہم کو نہیں بتایا۔ ہم سے تو جو وہ کہے گا کہ کرو وہ کریں گے۔

غرض ہمارے مولویوں کی ضد ہے کہ وہ اس آیت کو ازواج مطہرات ہی کے ساتھ مخصوص نہیں کریں گے اور ہم کو یہ ضد ہے کہ ہم کریں گے۔ اب فیصلہ اس کا خدا کے ہاتھ میں ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون غلطی پر ہے اور کون راستی پر۔ اگر یہ حکم عام ہوتا تو دوسری جگہ قرآن میں آیت استیذان کیوں نازل ہوتی۔ کیا یہی کافی نہ تھا مگر چونکہ یہ احکام خاص نبی کی عورتوں کے بارہ میں ہیں خداوند تعالیٰ نے اجازت لینے کے بارہ میں دوسری جگہ قرآن میں یوں فرمایا:-

یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذالکم خیر لکم لعلکم تذکرون (النور)

ترجمہ:- اے مسلمانوں دوسرے کے گھروں میں نہ جایا کرو جب تک کہ ان سے اجازت نہ لیلو اور ان پر سلام بھیجو تمہارے لیئے بہتر ہے کاش تم سمجھو"

ذرا پردہ نشین حضرات بتائیں کہ یہ حکم کیوں بعد کو نازل ہوا محض یہی وجہ کہ ابھی تک اجازت کے بارہ میں صرف نبی کے گھر کے بارہ میں حکم تھا۔ صریح اور صاف الفاظ قرآن کے کہہ رہے ہیں کہ لستن کاحد من النساء یعنی یہ خاص نبی کی عورتوں کے لیئے ہے اور عوام کی عورتوں کا تذکرہ تک نہیں مگر لوگ نہیں مانتے اور تفسیریں پیش کرتے ہیں تو اس کا جواب سوائے

پولیس کے پاس ہونے کے ہمارے پاس نہیں۔ ہم کسی تاویل کے قایل نہیں اور نہ کسی پرانی تفسیر کے قایل ہیں کیونکہ قرآن خود اپنی بہترین تفسیر ہے۔ لہذا ہمارا تو یہی جواب ہی کہ یہ احکام ہماری عورتوں کے لیئے ہرگز نہیں ہیں اور اگر کوئی صاحب ضد کریں کہ نہیں یہ سب کے لیئے ہیں تو پھر ہم بھی ضد کریں گے کہ اگر یہی ہی تو اس کو پورا کا پورا لیجیئے اور اپنی عورتوں پر یہ بھی حکم رکھیئے کہ بعد خاوند کے مرنے کے شادی نہ کرنے دیجیئے۔

قبل اس کے کہ ہم آگے بڑھیں بہتر خیال کرتے ہیں کہ مولوی صاحبان کی تفسیر کے خاص خاص جزو بیان کر دیں یہ حضرات فرماتے ہیں:-

(۱) یہ آیتہ کریمہ عام مسلمانوں کو حکم دیتی ہی کہ پردہ میں رہو۔

(۲) اس آیتہ کریمہ کی رو سے وہ اعتراض رفع ہو گیا کہ قرآن نے منہ چھپانے کے بارہ میں صاف احکام نہیں صادر کیئے کیونکہ منہ تو ایک طرف کل بدن ہی آڑ میں ہوگا۔

ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ تفاسیر اور احادیث پر قرآن کے ہوتے ہوئے ہرگز مذہب کی بنیادیں نہیں رکھیں گے لیکن ہم یہاں جائز خیال کرتے ہیں کہ مولوی صاحبان کو انہی کے اصول سے قایل کریں اور دکھائیں کہ عام مسلمات سے اس سے کوئی تعلق نہیں ہی اور کسی طرح پردہ کا حکم نہیں نکلتا اس واسطے ہم اس آیت کریمہ کی تفسیر اور تشریح ان احادیث اور روایات سے کرتے ہیں جن کو کہ خود حضرات مولوی صاحبان مستند مانتے ہیں لہذا ہم سب سے پیشتر وہ مشہور حدیث درج کرتے ہیں جو حضرت انس سے روایت ہے

اور صحیحین میں متواتر وارد ہوئی اور جس پر جمیع محدثین نے اتفاق کیا ہے :-

۴۴ صحیح "حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہیں میں دس سال کا تھا اور دس سال تک خدمت کی اور پردہ کی آیت سے میں خوب واقف ہوں کہ کس موقعہ پر نازل ہوئی ہے اور اُبی بن کعب اس آیت کو مجھ سے پوچھا کرتے تھے۔ سب سے پہلے جب رسول اللہ نے جحش کی بیٹی زینبؓ سے شب زفاف کی اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس صبح کو حضور ان کے نوشہ بنے تھے اور آپ نے لوگوں کی دعوت کی تھی اور وہ دعوت کھا کھا کے چلے گئے تھے مگر چند آدمی انہیں سے رسول اللہ کے پاس بیٹھے رہے اور بہت دیر تک رہے۔ رسول اللہ اُٹھے اور میں بھی ساتھ اُٹھا کہ یہ لوگ بھی چلے آئیں اور آپ اُٹھ کر چلے یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کے حجرے تک آئے۔ ساتھ میں بھی آیا۔ آپ اس خیال سے کہ لوگ چلے گئے ہوں گے اُلٹے پھرے میں بھی ساتھ ہو یہاں تک کہ حجرہ عائشہؓ تک پہونچے اور پھر آپ نے خیال کیا کہ اب چلے گئے ہوں گے اور آپ زینب کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ لوگ چلے گئے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ آیا اس وقت پردہ کی آیۃ نازل ہوئی اور آپ نے میرے اور اپنے بیچ میں پردہ ڈالدیا" (مسلم)

یہ حدیث مولویوں کے لیے بڑا زبردست ثبوت ہے۔ گوکہ یہ حدیث جب کی ہے کہ حضرت انس کی عمر دس برس کی تھی لیکن بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ

اس میں قرآن کی آیۃ سے اختلاف وارد نہیں ہوتا اس حدیث سے مولوی صاحبان یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب دس برس کی عمر کے بچے سے پردہ کیا گیا تو پھر جوان آدمی سے تو اور بھی شدت کا پردہ ہونا چاہیئے۔ لیکن ہم اس حدیث سے یہ پتہ لگاتے ہیں کہ اس پردہ سے چہرہ چھپانا ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ تنہائی مقصود ہے اور بالفرض چہرہ چھپانا بھی مقصود ہو تو حدیث قطعی عام مسلمانوں کی عورتوں کے بارے میں خاموش ہے اور یہ خاموشی کوئی دلیل ہمارے خلاف نہیں۔

اب ہم ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں :۔

۳۴ "حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں رسول اللہ نے خیبر اور مدینے کے درمیان تین روز تک قیام کیا وہاں صفیہؓ بنت حیی سے خلوت کی تھی (انس رضؓ فرماتے ہیں) میں نے آپ کے ولیمہ کے لیئے لوگوں کو بلایا تھا دستر خوان پر نہ روٹی تھی اور نہ گوشت تھا۔ آپ نے دسترخوان بچھانے کو ارشاد فرمایا پھر اس پر کھجوریں اور پنیر اور چربی ڈالدی گئی یہی آپ کا ولیمہ تھا۔ لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کہ آیا آنحضرت کی بیویوں میں ہیں یا باندیوں میں شمار ہونگی پھر اُنھوں نے سوچا اور آپ نے صفیہؓ کیواسطے پردہ کیا تب ان کو آپ کی زوجہ سمجھنا چاہیئے اور اگر پردہ نہ کیا تو باندی جاننا چاہیئے۔ جب آپ نے کوچ کیا صفیہؓ کے واسطے اونٹ پر اپنے پیچھے جگہ کرکے صفیہؓ کے اور اور لوگوں کے درمیان پردہ ڈال دیا" (بخاری)

اس حدیث میں بھی ہماری عقل نہیں کام کرتی کہ کس طرح پردہ کا حکم نکلتا ہے۔ ایک بات البتہ سمجھ میں آتی ہے اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتی ہے کہ عوام

کے لیئے مثلاً لونڈیوں یا عام مسلمان عورتوں کے لیئے یہ حکم قطعی نہ تھا بلکہ صرف ازواج مطہرات ہی تک محدود تھا۔ لیکن یہاں بھی ان کا چہرہ چھپانے کی تائید خاص طور پر نہیں ہوتی بلکہ پورا پردہ حایل ہو کر چہرہ کو بھی پوشیدہ کرلیتا ہے۔ علاوہ اس کے اس قسم کا پردہ شریف عورتوں میں اسلام سے پہلے عام تھا اور ہودے پر پردہ لٹکانا شرافت کی دلیل تھی جو برابر قایم رہی چنانچہ اسلام سے قبل کا ایک شعر ہے جو اس شان کو بیان کرتا ہے۔

علون بانماط عتاق وکلة

وراد حواشیہا مشاکہة الدم

ترجمہ: "ہودج نشین عورتوں نے اپنے ہودجوں پر اونی کپڑے اور ان پر ہلکا سا پردہ زیبائش کے لیئے ایسے سرخ کناروں کا لٹکایا جن کا رنگ خون کی مانند سرخ تھا" واقعہ یہ ہے کہ پردہ کے حکم سے پیشتر بھی شریف عورتیں ہودوں پر پردہ لٹکاتی تھیں تاکہ اندر اطمینان سے بیٹھیں اور کوئی حصہ جسم کھل جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہو۔

ایک اور حدیث درج ہے۔

ح ۲۵ "حضرت عائشہؓ زوجہ رسول اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ میرے مکان پر تشریف رکھتے تھے میں نے ایک مرد کی آواز سنی کہ حفصہؓ کے مکان میں جانے کی اجازت مانگ رہا ہے میں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ مرد آپ کے مکان میں جانا چاہتا ہے آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہؓ کا چچا رضاعی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ

فلاں شخص زندہ ہوتا جو کہ میرا دودھ کے رشتہ سے چچا تھا تو کیا میں اُس
سے پردہ نہ کرتی آپ نے فرمایا ہاں جو رشتہ نسب سے حرام ہیں وہ
دودھ پینے سے بھی حرام ہیں (بخاری)

اس حدیث سے بھی کہیں پتہ نہیں چلتا ہی کہ عام مسلمان عورتیں
منہ چھپایا کریں اس حدیث سے پتہ چلتا ہی کہ اس شخص نے ام المومنین
حفصہؓ سے تنہائی میں باتیں کیں اور دراصل تنہائی ہی نامحرم سے کرنے کو
پردہ کہنا چاہیئے۔ پردہ کرنے اور نہ کرنے کے معنی منہ چھپانے کے نہیں بلکہ
تنہائی کا مفہوم ہی۔

ایک اور حدیث درج کرتا ہوں:-

(۲۹) "حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ
عورت سرتاپا پوشیدہ رہنے کے قابل ہی جب وہ باہر نکلتی ہی
شیطان اُس کی تاک میں لگ جاتا ہی" (ابوداؤد و نسائی و مشکوٰۃ)

تعجب ہی ایسی ایسی احادیث پر ہمارے مولوی صاحبان مذہب کی بنیاد
رکھنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اول تو یہی ایک بات غور کرنے کے قابل ہی
کہ یہ حدیث قول ہی یا حکم ہی۔ ہم کہتے ہیں کہ قول ہی اور مخالفین کہتے ہیں
حکم ہی اور علاوہ اس کے یہ ابن مسعودؓ سے مروی ہی جو ہرگز حدیث روایت
کرنے کے اہل نہیں۔ علاوہ اس کے حدیث کے ظاہر الفاظ سے قطعی نہیں معلوم
کہ حضور نے یہ بات کس موقعہ پر کہی اور کیا واقعہ ہوا تھا۔ اور نہ ہی معلوم
کہ اس کے بعد پھر کیا باتیں ہوئیں۔ ہرگز ہرگز ایسی احادیث پر مذہب کی

بنیاد نہ رکھنی چاہیئے جو قرآن پاک کی تشریح نہیں کرتی بلکہ ایک مبہم بات معلوم ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے اب ہم نفس حدیث پر بحث کرتے ہیں۔ گفتہ رسول سر آنکھوں پر۔ جو فرمایا آپ نے خوب فرمایا۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ صاحب عورت سرتاپا پوشیدہ رکھنے کے قابل ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا ہم کو عورت کو سرتاپا پوشیدہ رکھنا بھی چاہیئے یا نہیں (ایک چیز اس قابل ہوتی ہے کہ بس اس کو دیکھا ہی کرے مگر کھالی جاتی ہے!) یعنی یہ کہ رسول اللہ نے خود اس پر عمل کیا یا نہیں۔ ایک نہیں سینکڑوں احادیث ایسی ملیں گی جن سے اس امر کی تصدیق ہوگی کہ گو عورت سرتاپا پوشیدہ رکھنے کے قابل ہے مگر ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ مجھ کو علم نہیں مگر اگر ڈھونڈھا جائے تو عجب نہیں ایک ایسی بھی حدیث نکل آئے جس میں آپ نے کہا ہو کہ خدا اس قابل ہے کہ اس کی دن اور رات عبادت کیجئے تو اس سے کیا یہ مطلب ہوگا کہ دیکھئے دن رات متواتر نماز پڑھنا فرض ہے مصیبت تو یہ ہے کہ جن لوگوں سے ہماری بحث ہے ان کو منطق بھی پڑھانا پڑتی ہے۔ اس حدیث سے جو شخص ایک حکم نکالتا ہے اس کو چاہیئے کہ قرآن اور حدیث ذرا غور سے پڑھے اور قولی و فعلی و حکمی حدیث میں تمیز کرلے دوسرے میرا جہاں تک خیال ہے یہ حدیث میں نے نہ تو صحیح مسلم میں دیکھی اور نہ بخاری میں دیکھی لیکن میں قطعی نہیں کہہ سکتا۔ غرض جو بھی احادیث اور احادیث کی کتابوں سے واقف ہیں وہ دیکھتے ہی کہہ دینگے کہ صحیح بخاری کی نہیں ہے اور عجب نہیں کہ ضعیف ہو۔ غرض کچھ بھی ہو ہم

اس کو صحیح تسلیم کر کے کہتے ہیں کہ نہ تو خدا نے ہی کہا اور نہ ہی نبی کا منشا ہے کہ اس کی تعمیل ہو۔ غرض قاعدہ ہے کہ اکثر ضروری باتوں کی معافی ہوتی ہے اسی طرح عورت گو سرتا پا پوشیدہ رکھنے کے قابل ہو لیکن کہیں قرآن اس کا حکم نہیں دیتا اور نہ رسول اللہ اس کا حکم دیتے ہیں کیونکہ کوئی مجبوری ضرور ہوگی۔

"یہ حدیث میں نے ایک کتاب سے نقل کی ہے[1] اور ذیل کی حدیث بھی اسی حوالہ سے نقل کرتا ہوں"

۲۷ "حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک بی بی کے ہاتھ میں خط تھا اس نے پردہ کے پیچھے سے حضور کی طرف دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا"۔

یہ حدیث ایک عورت کا فعل بیان کرتی ہے اور بس۔ لیکن ہمارے مخالفین اس سے حکم نکال لیتے ہیں۔ اس کے سوائے اور کیا کہا جائے کہ عورت کی بدقسمتی کہ اس موقعہ پر رسول کے دیدار سے محروم رہی۔ یہ بھی ایسی روایت ہے جس کے سر نہ پیر۔ ذرا بتائیے تو سہی کہ آخر کوئی کیا کرے کہ اس نے پردہ سے خط دیا۔ کیا معلوم جس نے خط بھیجا ہو اس نے کہہ دیا ہو کہ اپنے کو ظاہر نہ کرنا۔ یا چھوٹی شرم دامنگیر ہوئی ہو اور رسول اللہ کے سامنے نہ آنا چاہتی ہو۔ اور پھر علاوہ اس کے پردہ کرنا کوئی جرم تو تھا ہی نہیں اگر اس نے کیا تو اس کا جی۔ مگر یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے پردہ کا حکم کس طرح اخذ کر لیا گیا۔ اگر اس کا ثبوت دینا منظور تھا کہ دیکھیے یہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں پردہ خوب رائج تھا

[1] قبول الصواب فی شمول الحجاب۔

تو یہ بھی کوئی بات نہیں ہوئی کیونکہ پردہ تو رسول اللہ کے زمانہ ہی میں
نہیں بلکہ اس سے مدتوں پہلے سے تھا اور گو مدینہ میں لوگ چہرہ پوشی نسبت
اور مقامات کے کم کرتے تھے تاہم اکثر عورتیں پردہ کرتی تھیں لیکن اس سے
عام مسلمانوں کی بیویوں پر پردہ فرض ہونا تو ہماری عقل سے باہر ہے۔

علاوہ اس کے ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ یہ روایت بالکل گول
ہے اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آخر معاملہ کیا تھا ہم جہاں کہیں بھی اپنی تائید
میں کوئی حدیث پیش کریں گے وہ کبھی ایسی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے ایسی حدیثوں
کو قطعی چھوڑ دیا ہے ورنہ ہماری تائید میں تو ایک دفتر کا دفتر ہو جاتا یہاں تک
تو اس حدیث کے الفاظ سے پتہ نہیں چلتا کہ عورت مسلمان تھی یا کافر
(گو کہ مسلمان تھی) کیا عجب ہے اس نے بالکل عجب بات کی ہو اور از راہ
تعجب کہ ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہو!

ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

قاسم

۲۸ح "حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں میرا دودھ کے رشتہ کا چچا حکم پردہ
نازل ہونے کے بعد میرے پاس آیا میں نے اسے اندر آنے کی اجازت
نہ دی جب رسول اللہ تشریف لائے میں نے آپ سے بیان کیا
آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا تو نے اسے بلا لیا ہوتا۔" (بخاری)

اس حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ کی غیر موجودگی میں بی بی عائشہؓ
نے ان کے سامنے آنا پسند نہیں کیا لیکن اس حدیث سے بھی کسی طرح عام
مسلمان عورتوں کے لیئے پردہ کا حکم کہیں نہیں نکلتا۔ ایک اور حدیث پیش

کی جاتی ہے:-

۹۔ح ایک نوشہ صحابی کے قصہ میں ہے کہ وہ جو اپنے گھر گئے تو بی بی کو دروازہ میں کھڑا دیکھ کر غیرت آئی اور نیزے سے مارنا چاہا۔ آخر سانپ کی وجہ سے باہر نکلنے کی مجبوری معلوم ہوئی۔ (مشکوٰۃ)

یہ بھی ایک فعل کو بیان کرتی ہے اور اس حدیث کو اس لیئے پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھیئے اس زمانہ میں پردہ کتنا تھا۔ اس حدیث کو بھی مولوی صاحبان پردہ کو فرض کرنے میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس حدیث کا بھی وہی حال ہے کہ سر نہ پیر۔ کوئی بات صاف نہیں معلوم ہوتی۔ عرب عورتوں کا قاعدہ تھا اور اب بھی ہے کہ سربند اور اوپر کی زائد قمیص اور جلباب یا خمار تک کام کرنے میں اُتار دیتی تھیں اور خاص طور پر ایسے گھروں میں جہاں سوائے ان کے اور کوئی نہ ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر میں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔ سانپ نکلنے کی وجہ سے بدحواسی میں جس طرح بھی ہونگی نکل آئیں جو ان کے خاوند کو ناگوار گزرا۔ ممکن ہے کہ ہمارا خیال غلط ہو اور وہ کپڑے پہنے ہوئے ہی نکل آئی ہوں تو اس سے بھی زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ان عورتوں میں سے ایک تھیں جو پردہ کرتی تھیں۔ اور کیا عجب ہے کہ پردہ کے احکام نازل ہونے سے پیشتر ہی کا یہ واقعہ ہو کیونکہ پردہ تو بہت پہلے سے تھا۔ اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ وہ بات ثابت ہوتی ہے جو ہم پہلے ہی سے مانتے ہیں۔ غرض یہ نہ تو کوئی اصول قایم کرتی ہے اور نہ ہمارے دعوے کی تردید کرتی ہے

یہاں ہم صرف انہیں احادیث پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ بقیہ احادیث ہم کو حصہ دوئم میں پیش کر کے ان پر مفصل بحث کرنا ہے۔ اب ہم اس کے بعد ضروری خیال کرتے ہیں کہ دو تین احادیث ہم اپنی تائید میں پیش کریں۔ قبل اس کے کہ ہم ایسا کریں ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم ہرگز ہرگز احادیث اور روایات کے اوپر مذہب کی بنیادیں نہیں کھڑی کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی ایسا ہونے دیں گے اور ذیل کی احادیث پیش کرنے سے ہمارا سوائے اس کے کچھ اور مطلب نہیں کہ جن لوگوں سے ہماری بحث ہے ہم ان کو ان ہی کی زبان میں جواب دینا چاہتے ہیں دراصل ہم تو ایک دفعہ کہہ چکے کہ اس آیۃ قرآن کا مضمون بالکل صاف ہے اور خدا رسول اللہ کی بیویوں کو مخاطب کر رہا ہے نہ کہ ہمیں اور اگر یہ حکم ہے تو ان ہی کے لئے کیونکہ اور جہاں کہیں بھی قرآن میں ایسا موجود ہوگا ہم یہی اصول رکھیں گے یہ اعتراض ہمارے اوپر نہ عائد کیا جائے کہ دلیل کرنے کے لئے انہی تفاسیر اور احادیث کو لیا ہے جن کو ایک دفعہ کہہ چکے کہ ہم نہیں مانتے

اب ہم سب سے پہلے اس آیت کریمہ پر ایک حوالہ پیش کرتے ہیں نہ اس وجہ سے کہ اس میں کا لفظ لفظ ہم صحیح مانتے ہیں بلکہ اس لئے کہ ایک مفسر کی رائے ہے جس کو کہ ہمارے مولوی صاحب تسلیم کرتے ہیں:۔

"یہ اللہ تعالےٰ نے ادب سکھلائے مسلمانوں کو...... اور اس آیت میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جاویں سب مسلمانوں کی عورتوں پہ یہ حکم واجب نہیں۔ اگر عورت سامنے ہو

کسی مرد کے بدن کپڑوں میں ڈھکا تو گناہ نہیں اور اگر نہ سامنے ہو تو بہتر ہی" (موضحہ القران) (شاہ عبدالقادرؒ)

اس تفسیر میں کم از کم یہ تو تسلیم ہی کہ یہ حکم خاص رسول اللہ کی بی بیوں کے لیئے ہی۔

اب اس کے بعد ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو حالانکہ حضرت ابن مسعود کی ہی لیکن چونکہ مولوی صاحبان ان کو صحیح مانتے ہیں اور ہم کو بھی صحیح معلوم ہوتی ہی کیونکہ اس کی تائید دوسری حدیثوں میں ہی۔

"عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہی رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا تیرے لیئے آنے کی اجازت ہی کہ (وہ) پردہ اُٹھاوے اور میرے بھید کی بات سُنے جب تک کہ میں تجھ کو منع نہ کروں" (صحیح مسلم)

اس کی تشریح حاشیہ یہ ہی:-

ف:- عبداللہ بن مسعود آپ کے خادم تھے۔ جب قرآن میں یہ حکم ہوا کہ حضرت کے گھر میں لوگ بے اجازت نہ آویں تو حضرت نے اُن سے یہ حدیث فرمائی۔ یعنی تجھ کو بار بار اجازت مانگنے کی حاجت نہیں کہ کام خدمت میں ہرج ہوگا تیرا پردہ اُٹھانا اور میرا منع نہ کرنا یہی اجازت کی نشانی ہی اور ہر شخص کو عام یا خاص کے لیئے ایسی نشانی مقرر کر دینا درست ہی۔

اسی حدیث سے ہمارے مولوی صاحبان کا پردہ تشریف لے جاتا ہی اور واقعہ یہ ہی کہ نوکروں سے پردہ کرنا حماقت ہی اور اس پر پوری بحث حصہ

دوئم میں پیش ہوگی۔

(۲۶) "انسؓ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے پاس تھے کہ آپ کی کسی بیوی نے ایک رکابی میں کھانا بھیجا۔ جس بیوی کے آپ گھر میں تھے اُس نے غلام کے ہاتھ پر مارا (یہ بی بی حضرۃ عائشہؓ تھیں) اور رکابی گر گئی اور ٹوٹ گئی۔ آنحضرت نے اس کے ٹکڑے جمع کیئے پھر اس میں جو کچھ کھانا تھا سمیٹنے لگے اور یہ آپ فرماتے جاتے تھے تمہاری ماں (ہاجرہ) نے بھی (ایسی ہی) غیرت کی تھی۔ پھر آپ نے خادم کو ٹھہرالیا اس بیوی سے جس کے مکان میں آپ تھے اور رکابی منگوا کر اس بیوی کو دلوا دی جس کی ٹوٹی تھی اور وہ ٹوٹی ہوئی رکابی اس بیوی کے گھر میں رکھدی جس نے توڑی تھی" (صحیح مسلم)

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ آیا حدیث پر مذہب کی بنیادیں رکھنے والے نوکروں سے پردہ کرانا ترک کرنے کو تیار ہیں یا نہیں۔ ہمارے مولوی صاحبان ممکن ہے کہ کہیں کہ یہ حدیث ٹھیک نہیں کیونکہ رسول اللہ کی عورتوں پر تو پردہ واجب آچکا ہے تو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس حکم سے یہ تو کہیں نہیں نکلتا کہ رسول اللہ کی بی بیاں اگر رسول اللہ کی موجودگی میں ضرورتاً چہرے کو کھولیں تو قباحت لازم ہوگی۔ اور در اصل پردہ سے تو مراد چہرہ چھپانا نہیں بلکہ مردوں کے ساتھ بے ضرورت اختلاط و خلوت اور تنہائی کی روک ہے۔ قرآن شریف میں کسی دوسری جگہ غلاموں کے لیئے رخصت علحدہ موجود ہے جو سب کے لیئے عام ہے۔ غرض ہم کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ رسول اللہ کے گھر کی

بی بیوں نے بھی وہ پردہ نہیں کیا جو ہندوستان میں ہے۔ اب مندرجہ بالا حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث پیش ہے۔

۲۳ج "انس سے روایت ہے رسول اللہ حضرت فاطمہؓ کے پاس غلام لیکر آئے جو اُن کو ہبہ کیا گیا تھا اُس وقت فاطمہؓ ایک کپڑا پہنے تھیں جب اُس سے سر کو ڈھانکتیں (واضح ہو کہ منہ کی ضرورت ہے اور نہ خیال) تو پاؤں کو نہ ہوتا اور جب پاؤں ڈھانکتیں تو سر تک نہ پہونچتا جب رسول اللہ نے فاطمہؓ کو اس تردد میں دیکھا تو فرمایا اگر تمہارا سر یا پاؤں کھلا رہے تو کچھ قباحت نہیں کیونکہ یہاں یا تمہارے باپ ہیں یا تمہارا غلام ہے" (صحیح مسلم)

اب ذرا اس کی تشریح سُنیئے:۔

(ف) "اور غلام اپنی مالکہ کا محرم ہے اور جو لوگ اپنے غلام سے عورت کو پردہ کرنے کے لیئے کہتے ہیں وہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ غلام نابالغ ہوگا"

افسوس کہ اس کا ہمارے پاس کچھ علاج نہیں۔ نہ تو احادیث کے الفاظ ہی سے پتہ چلتا ہے کہ غلام نابالغ ہے اور نہ ہی تفصیل واقعات سے۔ اگر نابالغ ہوتا تو شاید حضرت سیدہ تردد میں نہ پڑتیں۔ لیکن اب ایک اور بات پیدا ہوتی ہے اور مولوی لوگ کہتے ہیں کہ غلام اور لونڈیاں نہیں رہے لہذا ہم اس کو نہیں مانتے۔ ہم بھی کہتے ہیں مت مانو ہماری دلیل تو ختم ہی ہو چکی ہم تو اُن ہی کی دلیلیں ان کے خلاف پیش کر رہے ہیں خواہ ان میں سے کسی کو مانیں یا نہ مانیں ان کو اختیار ہے اور ہم کو کوئی اعتراض نہیں

اب ذیل کی حدیث سنیئے جو ہمارے اس دعوے کی تائید کرتی ہے کہ عوام کے واسطے حکم پردہ نہیں تھا۔

صحیح "عبداللہ رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی سے روایت ہے میں اور خالد رضی بن الولید رسول اللہ کے ساتھ ام المومنین میمونہ رضی کے گھر میں گئے وہاں ایک گوہ لایا گیا بھنا ہوا۔ رسول اللہ نے اپنا ہاتھ اُدھر جھکایا۔ بعض عورتوں نے جو حضرت میمونہ کے گھر میں تھیں رسول اللہ کو بتا دیا کہ جس کو آپ کھانے والے تھے (یعنی کہا کہ یہ گوہ ہے) یہ سنتے ہی آپ نے ہاتھ کھینچ لیا میں نے کہا کیا وہ حرام ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا نہیں وہ میرے ملک میں نہ تھا اس وجہ سے مجھ کو کراہیت ہوئی۔ خالد نے کہا میں نے اُس کو اپنی طرف کھینچا اور کھایا اور آپ دیکھ رہے تھے (صحیح مسلم)

میں نے بہت ڈرتے ڈرتے یہ حدیث نقل کی ہے اور اندیشہ ہے کہ مشکواتی مولوی کہیں خبر نہ لے ڈالیں کہ اتنے دن کی چھپی چھپائی حدیث کیوں پیش کی اور گوہ کو حلال کر ڈالا کیونکہ ہندوستانی مذہب میں حرام ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ہم ان صاحبان سے دریافت کریں کہ کیوں صاحب چیل حرام ہے یا حلال تو قطعی نہایت خفا ہو کر کہیں گے کہ حرام ہے اور جو کہو کہ صاحب کیوں تو یہ کہیں گے کہ اس کی چونچ ٹیڑھی ہے اور پنجہ سے کھاتی ہے اس وجہ سے حرام ہے

اب اس حدیث پر غور کیجیئے۔ رسول اللہ و عبداللہ رضی ابن عباس رضی اور خالد رضی مخزومی تین آدمی ہیں اور علاوہ حضرت بی بی میمونہ رضی کے اور بھی عورتیں موجود ہیں میمونہ رضی سے آپ نے سنہ ھ میں نکاح کیا۔ یہ عباس رضی کی نامحرم اور

سالی تھیں لیکن خالدؓ کی رشتہ دار تھیں۔ خالدؓ نے ماہ صفر ۸ھ میں اسلام قبول کیا اور یہاں موجود ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۸ھ کے بعد کا ہے۔ اور پردہ کے احکام اس سے بہت قبل نازل ہو چکے تھے کیونکہ سورۂ احزاب کی آیات پردہ ۵ھ میں نازل ہوئیں اور سورۂ نور کل کی کل ۶ھ میں نازل ہوئی لہٰذا یہ واقعہ جب کا ہے جب تمام احکام پردہ نازل ہو چکے تھے۔ یہاں ہم ام المومنین کو دیکھتے ہیں کہ نامحرم کو کھانا کھلا رہی ہیں۔

ہم ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں:۔

ہج " سعدؓ سے روایت ہے حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی رسول اللہ سے اندر آنے کی اور آپ کے پاس اس وقت قریش کی عورتیں بیٹھی تھیں آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور بہت بکواس کر رہی تھیں ان کی آوازیں بلند تھیں جب حضرت عمرؓ نے آواز دی تو اٹھ کر دوڑیں چھپنے کے لیے۔ رسول اللہ نے حضرت عمرؓ کو اجازت دی اور آپ ہنس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اللہ آپ کو ہنستا ہوا رکھے یا رسول اللہ (یعنی آپ کیوں ہنس رہے ہیں) آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہوا ان عورتوں سے جو میرے پاس بیٹھی تھیں تمہاری آواز سنتے ہی پردے میں بھاگیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ سے ان کو زیادہ ڈرنا تھا پھر ان عورتوں سے کہا اپنی جان کی دشمنو مجھ سے ڈرتی ہو اور اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتیں ...... " (صحیح مسلم)

اب اس حدیث کو بھی اگر کہدیں کہ سب محرم عورتیں ہی تھیں تو اس کا ہمارے پاس علاج نہیں ہے۔ ایک مولوی صاحب کہنے لگے کہ رسول اللہ کی محرم ہونگیں اور عمرؓ کے آتے ہی پردہ میں ہوگئیں جب کہا گیا کہ حضرت نے تعجب کیوں کیا تو کہنے لگے یہ حدیث پردہ کی آیتہ سے پہلے کی ہے اس کا جواب ہم نے یہ دیا کہ حضرت عمرؓ اجازت لیکر گئے تھے لہذا ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضور کے گھر میں اجازت لیکر جانے کے حکم کے بعد کی ہے۔ غرض نہ ہمارے پاس کافی ثبوت اور نہ مولوی صاحب کے پاس پھر ہم نے حسب ذیل حدیث پیش کی:-

۵ؐ "حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ سے روایت ہے حضرت ابوبکرؓ نے اجازت مانگی رسول اللہ سے اور آپ لیٹے ہوئے تھے اپنے بچھونے پر حضرت عائشہؓ کی چادر اوڑھے ہوئے آپ نے ابوبکرؓ کو اجازت دی اسی حال میں وہ اپنا کام پورا کر کے چلے گئے پھر عمرؓ آئے اور انھوں نے اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دی اسی حال میں وہ بھی اپنے کام سے فارغ ہو کر چلے گئے عثمانؓ نے کہا پھر میں نے اجازت مانگی تو آپ بیٹھ گئے اور عائشہؓ سے فرمایا اپنے کپڑے اچھی طرح پہن لے۔ میں اپنے کام سے فارغ ہو کر چلا گیا۔ . . . ." (صحیح مسلم)

یہ حدیث دو شخصوں سے روایت کی گئی ہے یعنی حضرت بی بی عائشہؓ سے اور حضرت عثمان سے اور نیز دیگر کتب میں بھی مروی ہے۔ اس کا جواب ہمارے پردہ پسند مولوی نے دیا کہ یہ سب صاحبان حضرت بی بی عائشہ کے لیئے محرم تھے

اس کو مولوی صاحب ثابت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کے پاس کتابیں نہیں تھیں اور ہم بھی اس کی تردید سے قاصر تھے لہٰذا ہم نے ذیل کی حدیث پیش کی اور ان سے کہا کہ حضرت عائشہؓ کا نو روپیہ محرموں کے ساتھ یہ ہے:-

۳۶ "ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے میں اور حضرت عائشہؓ کا رضاعی بھائی (عبد اللہ بن زید) ان کے پاس گئے اور غسل جنابت کو پوچھا کہ رسول اللہؐ کیونکر کرتے تھے انھوں نے ایک برتن منگوایا جس میں صاع بھر پانی آتا تھا اور نہائیں۔ ہمارے ان کے بیچ میں ایک پردہ تھا۔ انھوں نے اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ (صحیح مسلم)

اس کی تشریح ملاحظہ ہو:-

(ف) "ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سلمہؓ اور عبد اللہؓ بن یزید نے ان کا سر اور اوپر کا بدن دیکھا ورنہ ان کے سامنے پانی منگوانے اور نہانے سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ عبد اللہؓ تو رضاعی بھائی تھے اور ابو سلمہؓ رضاعی بھانجے تھے کیونکہ ام کلثومؓ بنت ابی بکرؓ نے ان کو دودھ پلایا تھا اور یہ دونوں محرم ہیں اور محرم کو اوپر کا بدن کا حصہ دیکھنا درست ہے۔" (مسلم)

افسوس ہے کہ مولوی صاحب کو ایک کام نکل آیا اور بحث ختم ہوئی ورنہ حسب ذیل کی ایک اور حدیث موجود تھی:-

۳۷ "زینبؓ سے روایت ہے وہ آنحضرتؐ کے سر مبارک سے جوئیں نکال رہی تھیں اس وقت آپ کے پاس حضرت عثمانؓ کی بی بی اور کئی

عورتیں مہاجرین کی تھیں اور شکایت کر رہی تھیں مکانوں کی...."
ان مہاجرین کی عورتوں میں جن کی فہرست درج نہیں ہے ہمکو نہیں معلوم کہ سب کی سب آپ کی محرمات تھیں۔

اسی سلسلہ میں ہم ایک اور حدیث نقل کرتے ہیں اور اس سے پتہ چلے گا کہ حجاب کی آیت کے نازل ہونے کے بعد اہل بیت کا کیا دستور رہا اور یہ کہ احکام خداوندی میں کہاں تک رعایت ہے:

مسلم "ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے جب ہم کو پردے کا حکم ہوا اس کے بعد سودہؓ حاجت کے لیے نکلیں اور وہ ایک موٹی عورت تھیں جو سب عورتوں سے نکلی رہتیں موٹاپے میں اور جو کوئی ان کو پہچانتا تھا اس سے چھپ نہ سکتیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا اور کہا اے سودہؓ قسم خدا کی تم اپنے تئیں ہم سے چھپا نہیں سکتیں اس لیئے سمجھو تم کیسے نکلتی ہو۔ یہ سُن کر وہ لوٹ آئیں اور رسول اللہ میرے گھر میں رات کا کھانا کھا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی اتنے میں سودہؓ آئیں اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نکلی تھی تو عمرؓ نے مجھ سے ایسا کہا۔ اسی وقت آپ پر وحی کی حالت ہوئی پھر وہ حالت جاتی رہی اور ہڈی آپ کے ہاتھ میں ہی تھی آپ نے اس کو رکھا نہ تھا آپ نے فرمایا تم کو اجازت ہے حاجت کے لیئے نکلنے کی (مسلم)"

اس کی تشریح ملاحظہ ہو:-

"اس حدیث سے یہ نکلا کہ عورت قضائے حاجت کے لیئے اور معمولی

مقام پر بغیر خاوند کی اجازت کے جا سکتی ہو" (نووی)
"اس قسم کا حجاب یعنی پردہ حضرت کی بی بیوں سے خاص تھا جنہیں منہ اور ہتھیلیاں بھی نہ کھلیں اور ان کو کپڑے کے اندر بھی اپنا جثہ دکھانا درست نہ تھا مگر حاجت ضروری کے لیئے اور جب حضرت زینب رض کی وفات ہوئی تو انکی نعش پر ایک قبہ سا بنا دیا تاکہ اُن کا جثہ معلوم نہ ہو" (قاضی عیاض)

اسی حدیث کو دوسرے الفاظ میں نقل کیا ہو جس سے پتہ چلے گا کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی حضرت نے اصول پردہ کی برابر مخالفت کی اور جتنی آسانیاں ممکن تھیں وہ جاری رکھیں :-

۹ سچ "ام المومنین عائشہ رض سے روایت ہو رسول اللہ کی بی بیاں رات کو نکلتی تھیں عمر رض حضرت رسول اللہ سے کہتے اپنی (نہ کہ عام لوگوں کی) عورتوں کو پردہ میں رکھیئے آپ پردہ کا حکم نہ دیتے ایک بار ام المومنین سودہ رض بنت زمعہ رات کو نکلیں عشا کے وقت وہ ایک لمبی عورت تھیں حضرت عمر نے ان کو آواز دی اور کہا ہم نے پہچان لیا تم کو اے سودہ رض بنت زمعہ اور یہ اس واسطے کہا کہ پردہ کا حکم اُترے حضرت عائشہ نے کہا پھر پردہ کا حکم اُترا" (مسلم)

یہ دوبارہ پردہ کے حکم کا ذکر جو ہی یہ شاید دوسری آیۃ کے بارہ میں ہو؟

ہم اس آیۃ کی بحث کو اب ختم کرتے ہیں اور مفسرین کی آرا اور احادیث ہم نے محض بطور مزید بحث کے درج کی ہیں ورنہ ہم ان کے اوپر مذہب کی بنیاد ہرگز رکھنے کے لیئے تیار نہیں ہم احادیث سے صرف تواریخی باتیں

معلوم کرتے ہیں اور یا ان احادیث سے فائدہ اُٹھاتے ہیں جہاں قرآن پاک کی وضاحت کے ساتھ خاص طور پر تشریح ہوتی ہے۔ بقیہ جتنی بھی مبہم احادیث ہیں ان کو پڑھکر ہم ان سے نتائج اخذ نہیں کرنا چاہتے اور اس کی بحث احادیث کے باب میں حصہ دوئم میں مفصل آئے گی۔ بہر حال یہاں ہم یہ ثابت کر چکے کہ جتنا کچھ بھی پردہ کا حکم اگر اس آیۃ کریمہ سے مترتب ہوتا ہے وہ حضرات ازواج ہی تک محدود ہے اور یہ کہ پردہ چہرہ چھپانے کا نہیں ہے اور اُنہی سے مخصوص ہے اور ہم نے مولوی صاحبان کے خلاف انہی کی تسلیم شدہ احادیث اور تفاسیر پیش کی ہیں اور نیز ہم یہ بھی دعوے نہیں کرتے کہ ہم نے ان کا جائز استعمال بھی کیا ہے یا نہیں کیونکہ ہم کو احادیث سے اس قدر غلو نہیں جب قرآن سے چھٹی ملے گی تب احادیث پڑھیں گے ورنہ محض تواریخی دلچسپی کے لیئے ان سے کام لیں گے۔ اور ان کو اختیار ہے کہ وہ ان کو تسلیم کرلیں یا نہ کریں مگر یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ یہ حکم عام مستورات کے لیئے ہے۔ شاید ان صاحبان نے قرآن غور سے نہیں پڑھا کیونکہ کارسازی کے کارخانہ کے کاروبار سے اور حدیثوں اور تفسیروں اور فقہ کے پارینہ اصول کے اُلجھاوے سے ہی ان کو فرصت کہاں کہ قرآن کریم میں لستن کاحد من النساء پر نظر پڑتی۔ ہمارا اللہ ہی بیلی ہے

گر ہمیں مسلم و ہمیں ملامت
کار ایماں تمام خواہد شد"

(۳۳)

یا ایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما۔

ترجمہ:- ای نبی کہدے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے کرلیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس میں لگتا ہی کہ پہچانی پڑیں تو کوئی نہ ستائے گا۔

شانِ نزول سب سے پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہی کہ اس آیتہ کی شانِ نزول کیا ہی۔ واقعہ یوں ہوا کہ اُس زمانہ میں کچھ منافقین یعنی یہود میں سے تھے اور مسلمانوں سے باوجود ظاہرا صلح کے دل پر خاش رکھتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہی کہ ایک مسلمان لڑکی کچھ سودا خریدنے گئی اور اس کو انھوں نے چھیڑا۔ اس سے پیشتر بھی ان لوگوں کی عادت تھی کہ مسلمان عورتوں پر بعینہٖ اس طرح آوازے کستے تھے کہ جس طرح ہمارے مسلمان بھائی آج کل کسی مسلمان خاتون کو باہر دیکھ کر کستے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے ضبط کی انتہا ہوگئی اور جھگڑا کھڑا ہوگیا اور اگر رسول اللہ خود بیچ میں نہ پڑتے تو شاید نوبت خونریزی تک پہونچتی۔ ان لوگوں نے انکار کیا کہ ہم کبھی شریف

عورتوں سے مذاق نہیں کرتے ہم نے تو لونڈی سمجھ کر چھیڑا تھا۔ اس عذر کو تسلیم کرنا پڑا اور اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان لوگوں کا یہ بہانہ جاتا رہے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور خداوند تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ چادر کو اپنے اوپر ڈال لیں مقصد جس کا یہ نہیں کہ منہ چھپا لیں اور دنیا کے کاروبار یکلخت چھوڑ دیں بلکہ یہ کہ پہچانی پڑیں جیسا کہ خود آیۃ شریف میں ظاہر کر دیا گیا۔ دیکھ لیجئے کس قدر وضاحت سے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے جس میں عام مسلمان عورتیں اور نبی کی عورتیں سب شامل ہیں۔ اور سب باہر آسکتی ہیں۔

اس کو مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ منہ چھپانے کا حکم ہے تاکہ فتنہ کو روکا جائے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ پردہ کا یہاں خیال تو درکنار وہم و گمان تک نہیں ہے اور فتنہ روکنے کے لئے بھی ضرورت یہی خیال کی گئی ہے کہ شناخت میں دقت نہ ہو۔ چند پردہ کے حمایتیوں نے یہاں بھی ایک دفعہ ایسا کیا تھا اور عذر پیش کیا تھا کہ ہم رنڈی سمجھے تھے۔ آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ محض ایک ہنگامی حکم ہے۔ اب ایک بات پر اور غور کرنا چاہیئے کہ یہ ضرورت شناخت میں آسانی پیدا کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ اس پر کاربند اس طرح ہوتی ہونگی کہ اپنے محلہ میں اور گلیوں میں جہاں منافقین تھے ہی نہیں وہاں بغیر اس کے بھی گھومتی ہونگی۔ کیونکہ قرآن کے الفاظ ان کو اس سے نہیں روکتے۔ جب شاہراہ عام اور گذرگاہ پر پہنچتی ہونگی تو اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہوگی۔ اس عورت کے بارہ میں یہ حکم کیا کہتا ہے جو مالکہ مکان کی حیثیت سے بے نشانی شناخت کھڑی ہوئی ہو یا اس صورت سے اس حکم سے بھلا کیا تعلق جب ایک عورت

اپنے گھر میں اپنے خاوند اور اس کے احباب کو کھانا کھلا رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی یہ قاعدہ یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ کے لئے ایسا کرو۔ تمام قواعد تہذیب و شائستگی اور لباس کے بارہ میں قرآن میں اور جگہ موجود ہیں اور ان کے ساتھ نہایت صراحت سے بتا یا گیا ہے کہ فلاں حصہ چھپاؤ اس طرح غیر مردوں سے بات کرو وغیرہ وغیرہ۔ اور یہاں صرف شاہ راہ عام پر یا عام مجمع میں جہاں منافقین ہوں وہاں اس کی ضرورت محسوس ہوتی تھی لہذا کوئی وجہ نہیں جو ہم یہ تصور کر لیں کہ اس حکم کا منشا سوائے اس کے کچھ اور تھا جو قرآن خود بتاتا ہے کہ شناخت میں آسانی ہو تا کہ ستائی نہ جائیں۔ جس محلہ میں منافقین ہیں ہی نہیں وہاں کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ خواہ مخواہ عورتیں اپنے کو پہچنوا تی پھریں ایسا کرنے سے تو مسلمانوں کو برا ماننے تک کا حق حاصل ہوتا اور وہ کہتے کہ یہ کون عورت ہے جو ہم کو منافقین میں سے سمجھتی ہے۔ شناخت ان ہی لوگوں کو کرائی جاتی ہے جو تمیز کرنے سے قاصر ہوں یا بہانہ کرتے ہوں اور جن کی طرف سے شرارت کا شبہ ہو اور چونکہ عام مسلمانوں کی طرف سے مسلمان عورتوں کو ستائے جانے کا اندیشہ نہ تھا لہذا شناخت کرانے کی ضرورت ہی نہ رہی اور ظاہر ہے کہ جہاں ضرورت نہیں ہوتی وہاں ترکیب کا استعمال خود بخود ترک ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ ہوا۔ کوئی ایسی ناسمجھ عورت نہ ہوگی جو اس حکم کی رو سے چادر اس طریقہ پر مسلمانوں کے درمیان اوڑھے گی غرض ہر طرح یہ ماننا پڑے گا کہ منافقوں کے درمیان سے ہو کر گزرنے کے وقت ہی عورتوں نے اس پر عملدرآمد کیا ہوگا اور بس۔ خواہ یدنین کے معنی سارا منہ

چھپانے کے آپ کیوں نہ لیویں۔ یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی بھی سمجھدار عورت ایسی ہوگی کہ نامحرم نیک مسلمانوں کو اس حکم پر پابندی کر کے ذلیل کرنے کی کوشش کرے گی ساتھ ہی یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ نامحرم مسلمان کے سامنے اپنے گھر میں بھی نہ آئے۔ اب ہم ایک اور بحث پیش کرتے ہیں :۔

ذرا یہ تو بتائیے کہ یہ آیت گزشتہ دو آیتوں کے پہلے نازل ہوئی ہے یا بعد میں۔ ظاہر ہے کہ بعد میں نازل ہوئی ہے۔ آپ کا تو دعوے ہے کہ گزشتہ دو آیتوں میں منہ چھپانے کا حکم موجود ہے پھر یہ بتائیے کہ سودا لینے جو لڑکی گئی تو منہ کھلے کیوں گئی۔ اور پھر اگر اُن آیات میں بقول آپ کے مُنہ چھپانے کا حکم آ ہی چکا تھا تو کیا اتنا سخت تھا کہ نامحرم کے درمیان ایک پردہ ہونا چاہیئے اور لیتے دیتے وقت بھی بیچ میں پردہ ہونا چاہیئے تو یہ کیا معاملہ پیش نظر ہے کہ ایک جوان مسلمان لڑکی سودا خریدنے دوکان پر گئی۔ شاید آپ یہ کہیں کہ وہاں پر اُس نے ایک پردہ تانا ہوگا۔ اللہ رے ذہنیت !! کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حضرات نے آخر قرآن کو سمجھا کیا ہے۔

اب ہم ایک حدیث یہاں نقل کرتے ہیں :۔

﴿۴﴾ ام سلمہؓ سے روایت ہے جب یہ آیت اُتری یدنین علیھن من جلابیبھن یعنی نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی چادریں تو انصار کی عورتیں اس طرح نکلتی تھیں جیسے ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہیں۔ (یعنی سیاہ کپڑے سروں پر ڈال کر) (ابی داؤد)

صاف ظاہر ہے کہ اس سے قبل سروں کے اوپر جلباب نہ ہوتا تھا اور واقعہ یہ

کہ لونڈی اور بیوی میں یہی شناخت کی نشانی ہوا کرتی تھی کہ لونڈیاں سر نہیں ڈھانکتیں تھیں لیکن مدینہ میں شرفا اور لونڈیاں دونوں نے سر پہ چادر ڈالنا چھوڑ دی تھی۔ یا اگر جلباب اوڑھتی بھی ہونگی تو اس طرح کہ سر یا پیشانی کھلی رہتی ہوگی اور اس زمانے کے دستور کے مطابق لونڈیاں سر اور ماتھے کا اوپری حصہ کھلا رکھتی تھیں اور بی بیاں اس کو بھی چھپاتی تھیں اور خاص طور پر جوان عورتیں لہذا ضروری تھا کہ اس نشان تمیزی کو نمایاں کیا جائے تاکہ منافقین کو بہانہ ہاتھ نہ آئے۔

اب ذرا گزشتہ احکام کو اور اس آیۃ کے حکم کو ملا کر سب کو یکجا جمع کر کے پڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ ان احکام کی غایت ہی یہ ہے کہ عورتیں نامحرموں کے سامنے آئیں۔

ان احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے وقت کیا کیا قواعد ملحوظ رکھنا چاہئیں اور پھر یہ کہ منافقوں کا جہاں اندیشہ ہو وہاں نشان تمیزی اختیار کریں۔ یہ نشان تمیزی تو ایک ترکیب ہے جس کو منافقوں کے درمیان کرنا چاہیئے تاکہ پہچان لی جائیں (علاوہ اس کے ذرا غور کیجیئے کہ کیا خوب مولویوں کے قرن بیوتکن کی پابندی ہو رہی ہے!! یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ قرن بیوتکن کے وہی معنی ہیں جو ہم نے لیئے ہیں یعنی وقار سے رہنا)

دوسرے اب ہم لفظ جلباب پر غور کرتے ہیں۔ عربی میں چونکہ وہ ایک مکمل زبان ہے ہر چیز کے علیحدہ علیحدہ نام ہیں اور منہ چھپانے کی چیزوں کے نام علیحدہ ہیں جن کا ہم تذکرہ کر آئے ہیں۔ قرآن شریف ایسی فصیح کتاب سے یہ بعید ہے کہ

منہ چھپانے کے لیئے اس میں ان خاص کپڑوں میں سے ایک کا نام بھی نہیں لیا گیا جو خاص طور پر منہ چھپانے کے لیئے مدت سے مخصوص تھے (اور پردہ پسند حضرات کی بدقسمتی سے رسول اللہ نے اس لفظ کا استعمال بھی کیا تو اس موقعہ پر جہاں آپ نے ممانعت کی کہ نقاب مت ڈالو)

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ جناب جلباب ایک بڑی چادر ہوتی تھی اور اس طرح اوڑھی جاتی تھی کہ منہ کو چھپا لیتی تھی۔ تب ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب منہ چھپ جاتا تھا تو پھر اس آیت سے کیوں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاوے کہ اس میں حکم گھونگھٹ نکالنے کا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حضرات کی ایسی سمجھ کم ہے کہ کبھی تو کہتے ہیں کہ پچھلی آیتوں میں پردہ کا حکم آچکا ہے اور پھر یہاں آن کر تسلیم کر لیتے ہیں کہ منہ کھلے ہوتے تھے اور گھونگھٹ سے مراد ہے۔ لیکن اگر یہ تصور بھی کر لیں کہ گزشتہ آیتوں میں منہ چھپانے کا حکم نہیں ہے بلکہ اس آیت میں ہے تب بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ مطلب کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس وبال جان گھونگھٹ کو جو صرف منافقوں کی شناخت کے لیئے ہے ایسا اختیار کرو کہ اپنے محلہ اور گھر اور عام مسلمانوں میں بھی اس کو نہ چھوڑو۔ قرآن کی آیت صاف ہے کہ یہ ہنگامی ضرورت تھی تا کہ شناخت ہو جائے اور آگے چل کر آیت میں یہ بھی ہے کہ یہ منافقین جلد نکالے جائیں گے لہذا ہنگامی ضرورت کے خاتمہ کے ساتھ ہی اس ترکیب کا بھی خاتمہ سمجھنا چاہیئے۔ ایک اور بات غور طلب ہے اور وہ یہ کہ اس آیتہ کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کھلے بازار گھوم رہی ہیں اور یہ زبردست

ثبوت ہے اس بات کا کہ مولوی صاحبان کا دعوےٰ قطعی غلط ہے کہ گزشتہ آیتوں میں پردہ کا حکم تھا۔ چاہے جس طرح آیات کو ترتیب دے لیجئے گزشتہ آیت میں منہ چھپانے کے حکم کے دعوے کی تردید نکل آئے گی! عقل نہیں کام کرتی کہ مولوی لوگ گزشتہ آیت میں کہتے ہیں کہ قید کا حکم عام ہوگیا اور چہرہ ہی نہیں بلکہ پورا بدن پردہ کی آڑ میں آگیا اور یہاں ہم مسلمات کو بازاروں میں مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان منہ کھولے گھومتے پھرتے دیکھتے ہیں!! اتنا زبردست فتنہ اُٹھا مگر خداوند تعالےٰ نے یہ نہیں کہا کہ عورتوں کو مقفل کردو بلکہ اجازت دی کہ گھومو پھرو اور کام کرو لیکن شناخت کا سامان کرلو اور اگر پھر بھی وہ نہ مانیں تو اس کے لیئے سزا موجود ہے اور قانون گرفت کرے گا۔ لیکن ہمارے مولویوں کی تو منطق ہی نرالی ہے وہ عجب نہیں یہ تجویز کریں کہ چونکہ چوری کرنا برا ہے لہٰذا ساری دُنیا کو حوالات میں کردیا جائے کیونکہ اندیشہ چوری ہے کسی فتنہ کے اندیشہ سے انتہا کو پہونچنا اور یہ کہنا کہ مذہب نے ایسا بتایا ہے خدا اور اس کے رسول پر بہتان عظیم ہے جس کے شر سے خدا ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ اب ہم ذیل میں اس آیۃ کریمہ کی نمبروار تشریح کرکے بحث کو ختم کرتے ہیں اور صاحب فہم سے درخواست ہے کہ وہ خود نتیجہ اخذ کرلیں۔

(۱) یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ جس وقت نازل ہوئی مسلمان عورتیں بازاروں میں بے نقاب گھومتی پھرتی تھیں۔

(۲) اس آیت سے ثابت ہوا کہ قرن بیوتکن کے معنی باوقار رہنے سے ہیں نہ کہ ممانعت عدم قرار کے۔

(۳) یہ قول مردود ہی کہ قید کا حکم گزشتہ آیتوں سے نکل آیا۔

(۴) اسی آیت کی رو سے یہ مذہب بھی مردود ہوا کہ اس آیتہ کے نازل ہونے کے زمانہ تک بقیہ آیتوں کے بموجب عورتیں منہ چھپاتی تھیں۔

(۵) اس آیتہ سے معلوم ہوتا ہی کہ فتنہ کی صورت میں بھی خداوند تعالےٰ نے مسلمان عورتوں کو کاروبار اور ضرورت کے لیئے باہر آنے جانے منافقو کے درمیان گھومنے پھرنے کی اجازت دی اور تھوڑے زمانہ کے لیئے بھی مسلمان عورتوں کو عارضی طور پر مقید نہیں کیا کیونکہ اسی آیتہ کے بعد یہ پیش گوئی موجود ہی کہ یہ منافقین یہاں سے نکالے جائیں گے چنانچہ یہ پیش گوئی قرآن کی حرف بحرف ایسی پوری ہوئی کہ آج تیرہ سو برس ہونے آئے اور ایک یہودی کا گھر تک مدینہ میں نہیں۔

ناظرین غور سے دیکھ لیں کہ ہم نے یہاں جو ہوا ہی وہ لکھا ہی اور یہہ نہیں کہا کہ کیوں کہ یہ ایسا ہی لہذا اس زمانہ میں تو یوں ہونا چاہیئے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نعوذ باللہ قرآن ہمیشہ کے لیئے نہیں ہی۔

اب ہم ذیل میں تفاسیر درج کرتے ہیں جن کو لوگ (نعوذ باللہ) قرآن سمجھتے ہیں اور تمام احکام کا منبع بنائے ہوئے ہیں۔ یہ تمام تفاسیر ذاتی آراء کا نتیجہ ہیں اور ایک مدت بعد تصنیف ہوئی تھیں اور اس زمانہ میں لوگ پردہ کی رسم کفار سے کافی طور پر لے چکے تھے۔

(۱) ابن سعد نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہی کہ یدنین ... الخ یہ ہی کہ اپنا چہرہ ڈھانک لے مگر ایک آنکھ۔

(۲) ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے اس باب میں روایت کیا کہ جب کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو اپنا چہرہ سر کے اوپر سے ڈھانک لیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

(۳) فریابی اور عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ میں نے عبیدہ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے چادر کو جو ان پر تھا اُٹھا کر تمام سر ڈھانکا یہاں تک کہ اپنا چہرہ ڈھانکا اور چہرے کے بائیں جانب سے اپنی بائیں آنکھ نکالدی۔

(۴) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے اس قول میں روایت کیا ہے کہ جلباب دامن ہی سربند کے اوپر اور کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ اُسکو کوئی اجنبی دیکھے مگر اس حال میں کہ اس پر دامن ہونا چاہیئے سربند کے اوپر جس سے اپنا سر اور سینہ باندھ رکھا ہو۔

(۵) ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے اس قول میں سوال کیا۔ اُنھوں نے چادر کا نقاب بنایا اور سر اور چہرہ ڈھانک لیا اور ایک آنکھ باہر کرلی۔

(۶) طبقات ابن سعد جو نہایت قدیم یعنی تیسری[۱] صدی کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی یہی شان نزول لکھا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ایک منافق تھا جو مسلمان عورتوں کو چھیڑتا تو جب اس سے کہا جاتا تھا تو کہتا کہ میں نے اس کو لونڈی سمجھا تھا۔ اس بنا پر خدا نے حکم دیا کہ لونڈیوں کی وضع نہ بنائیں۔ اور اپنے اوپر چادریں ڈال لیں۔

[۱] کفار سے دوسری صدی سے قبل ہی پردہ کی رسم لیجا چکی تھی اور یہ سب مسلم جھک مارتے ہیں۔

(۷) تفسیر کشاف میں ہے :۔ اس لیئے ان کو حکم ہوا کہ لونڈیوں کی وضع سے الگ وضع اختیار کریں یعنی چادریں اور برقع استعمال کریں اور سر اور چہرہ چھپائیں۔

ان تفاسیر کی بنا پر یا اسی قسم کی اور تفاسیر اور حاشیہ سازی کی بنا پر ہمارے مولویوں نے اس آیت سے بھی پردہ نکال لیا جہاں کہ پردہ کا وہم و گمان تک نہ تھا۔ اور یہ قطعی بھول گئے کہ یہ تمام اقوال خود ہی اور سچ کی رو سے قطعی مردود ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ان تفاسیر کی بنا ذاتی رائے پر ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی اس طرح بھی جلباب کو اوڑھے تو نقصان نہیں لیکن اس سے یہ تو متصور نہیں ہو گا کہ یہ احکام الٰہی ہیں۔ ہم کہہ چکے کہ ہم ان روایات پارینہ کو ہرگز قرآن کے سامنے اہمیت نہیں دیسکتے اور خاص طور پر جبکہ صاف صراحت موجود ہے کہ شان نزول اور ہی ہے اور ہم خود ذیل میں ایک حوالہ درج کرتے ہیں جو پردہ نشین حضرات بھی مانتے ہیں مگر بھول جاتے ہیں۔ اس سے ان حضرات کو بھی پتہ چل جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ چادریں تو عورتوں کے سروں پر ہوتی ہی تھیں اب حکم ہوا کہ منہ چھپا لو اور یدنین، کے معنی گھونگھٹ کے ہیں حالانکہ حدیث نمبر ۴ سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے پیشتر کچھ بھی نہ تھا اور اس حکم کے بعد عورتوں نے کالے کپڑے سروں پر ڈالے۔ اسی امر کی تائید ذیل کے حوالہ سے ہوتی ہے :۔

"وکان فی الجاہلیتہ تخرج الحرۃ والامۃ مکشوفات یلبسن السرفاتہ

فامر اللہ الحرائر

ترجمہ:۔ زمانہ جاہلیت میں آزاد عورتیں اور لونڈیاں بے پردہ نکلا کرتی تھیں اور زانی لوگ ان کا پیچھا کرتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے مسلمان آزاد عورتوں کو تجلیب کا حکم دیا"۔ (امام رازی) تفسیر کبیر

دوسرے الفاظ ذالک ادنی ان یعرفن فلا یوذین، کی تفسیر یوں ہے:

ان الیھن حرائر فلا یتبعھن (امام رازیؒ) یعنی یہ کہ وہ پہچان لی جایا کریں کہ شریف عورتیں ہیں اور ان کا پیچھا نہ کیا جاوے"۔ پردہ نشین حضرات کو تعجب ہوگا کہ اس قدر فتنہ کے احتمال پر بھی خداوند تعالےٰ نے عورتوں کو قید نہیں کیا اور خود رسول اللہ نے اس زمانہ کی فتنہ انگیزی اور شرارت کا ذکر کیا کہ عورت کے باہر نکلنے پر شیطان (یعنی بدمعاش لوگ) پیچھے لگ جاتے ہیں۔

اب حدیث ۲۶ کو پڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ وہ حدیث رسول اللہ نے اس موقعہ پر کہی تھی مگر ہمارے پردہ نشین مولوی نہ تو ان احادیث کی تحقیقات کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی اُن سے سیکڑوں کتابوں کی ورق گردانی ہوسکتی ہے کیونکہ یہ حدیث شریف میں نہیں ہے اور دراصل بقول کسے ع

ہیں سنتوں میں یہ ہی سنتیں انھیں مرغوب ÷ نکاح و دعوت و قیلولہ و عجلت افطار

اس حدیث کو جس وقت پردہ نشین حضرات پیش کرتے ہیں تو اس واقعہ کا ذکر ہی نہیں کرتے اور لفظ شیطان کے معنی یہاں ابلیس کے لیتے ہیں اور لغت قرآن و احادیث سے نابلدی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان کو یہ بھی

نہیں معلوم کہ لفظ شیطان اس زمانہ میں کس محاورہ میں استعمال ہوتا تھا۔

اب ہم اس آیت کریمہ کے آخری حصہ پر غور کرتے ہیں جو یہ ہے:-

لئن لم ینتہ المنفقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا۔

ترجمہ۔ البتہ اگر باز نہ رہیں گے منافق اور وہ لوگ کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے اور بدخبر اڑانے والے شہر کے البتہ ہم تجھ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے اور وہ پھر تھوڑے ہی دنوں تیرے ہمسایہ رہیں گے۔

اس میں خداوند تعالےٰ نے صاف طور پر پیشگوئی کی ہے کہ اگر منافقین اس پر بھی باز نہ آئیں گے تو ان کا کیا حشر ہوگا۔ اس میں گویا مسلمانوں کو اطمینان دلایا ہے کہ تم صبر کرو اور اس حکم کی تعمیل کرو اور وعدہ فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ نہ مانیں گے تو سزا کو پہونچیں گے۔ اب ہم یہاں اس آیۃ کی بحث کو ختم کرتے ہیں بقیہ بحث اس آیۃ پر "حدیث اور پردہ" کے باب میں حصہ دویم میں پیش ہوگی۔ نزول وحی کی ترتیب کے لحاظ سے یہ آیۃ سورہ احزاب کی گذشتہ آیتوں کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس زمانہ کی ہے جبکہ قرن بیوتکن کا حکم نازل ہو چکا تھا اور اس پر عمل ہو رہا تھا! ذرا اس بات پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ یہ دعوے کہاں تک صحیح ہے کہ قرن بیوتکن سے عام مسلمات پر گھر میں بند ہونا اور منہ چھپانا فرض ہوا۔

النور

(۴)

اب ہم سورہ النور کی آیات کو لیتے ہیں جو گزشتہ آیات کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ دراصل پردہ نشین حضرات اپنا مطلب نکالنے کے لیئے ان آیات کو پہلے درج کر دیتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ دیکھو کیسا بتدریج ہندوستانی پردہ کا حکم نازل ہو رہا ہے اور آخر میں قرار بیوتکن اور حجاب کی آیات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لیجیئے احکام پردہ ختم ہوئے اور عورتوں کا نکلنا قطعی حرام ہے۔

اب ذیل کی آیات پڑھیئے اور غور کیجیئے کہ بقول مولوی صاحبان ہندوستانی پردہ کا حکم گزشتہ آیات میں نازل ہو چکا اور باہر نکلنا بند ہو گیا اور حجاب ہر ایک عورت پر فرض ہو گیا اور مرد اور عورتیں الگ الگ ہو گئے اور بقول مولوی صاحبان گزشتہ آیات میں منہ چھپانا ہی نہیں بلکہ مردوں اور عورتوں کے درمیان میں ایک اوٹ اور آڑ ہونا لازم ہوئی تو پھر اب یہ احکام نظر کے بارہ میں کیسے۔ جب سارے بدن کے سامنے آڑ ہے اور منہ عورتوں کا پردہ میں لپٹا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ان احکام کی کیا غایت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب کسی کے پاس نہیں۔ اب ہم ان آیات کو ٹکڑے کر کر کے پیش کرتے ہیں:۔

(۱) قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ط ان اللہ

خبیر بما یصنعون۔

ترجمہ۔ کہدے ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور حفاظت کریں شرمگاہ کی اس میں خوب ستھرائی ہے ان کی اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہیں۔

اس ٹکڑے کو پردہ نشین حضرات صاف اڑا جاتے ہیں کیونکہ اس آیت سے صاف ہندوستانی پردہ کی تردید ہوتی ہے جب عورتوں کے چہرہ پوشیدہ تھے بلکہ ایک آڑ بیچ میں ہوتی تھی تو اس حکم کے کیا معنی۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کے چہرہ کھلے ہوئے تھے۔

یہ تو خداوند تعالےٰ نے مسلمانوں (مردوں) کو مخاطب کرکے کہا ہے اور اسی سلسلہ میں وہ مسلمان عورتوں کو حسب ذیل حکم دیتا ہے۔

(ب) وقل للمومنت یغضضن ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔ ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن

ترجمہ "اور کہدے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی اور نہ دکھاویں اپنا سنگار (زینت) مگر جو کھلی چیز ہے اسمیں سے اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر،

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ گزشتہ آیت میں مولوی صاحبان یہ کیونکہ کہتے ہیں کہ یدنین جلابیبھن کے معنی یہ ہیں کہ سارا بدن ڈھک لو جلباب سے معہ منہ کے تو اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زینت یا زینت کا مقام کھلا رہتا ہے۔

ان آیات کو ذرا غور سے پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ ہندوستانی پردہ قطعی

اس سے مختلف ہے اگر خدا کو ہندوستانی پردہ ہی منظور ہوتا تو اس قدر طوالت کی کیا ضرورت تھی اتنا ہی کافی ہوتا کہ مرد قطعی غیر عورتوں کے اور عورتیں قطعی غیر مردوں کے سامنے نہ آئیں۔ یہ احکام تو اسی وقت ضروری ہوتے ہیں جبکہ مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے سامنے آجا سکتی ہوں۔ جب ایک دوسرے کے سامنے آئیں گی تب ہی تو ضرورت ہوگی کہ اپنے سینوں پر کپڑا ڈالیں کیونکہ اس آیۃ میں تمام تر ہیر پھیر مولوی لوگ الفاظ کے تصرف سے کر دیتے ہیں لہذا ہم مجبوراً ان کو انہی کی زبان سے جواب دیتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم کو اس میں یہ دیکھنا ہے کہ غض بصر کے حکم کا کیا مطلب ہے۔ لہذا ہم اس کی تشریح ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:-

ہندوستانی تشریح

ہندوستانی نیم مُلاؤں نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ عورت اگر غیر مرد کی طرف نظر بھی کرے تو حرام ہے اور اسی جہت سے بعض لوگوں نے اپنے مکانوں کے دروازوں کی درازوں تک کو بند کر رکھا ہے۔ اور یہ صرف قید سخت سے ہی ممکن ہے اور ہندوستانی پردہ ان الفاظ کی بہترین تفسیر تشریح ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ قرآن واضح اور صاف کتاب ہے اور یہ آیۃ بھی صاف ہے اور اس میں منہ کو پوشیدہ رکھنے کی کہیں تاکید کیا تذکرہ تک نہیں ہے۔ اگر منہ اور چہرے چھپا دیئے جاتے تو غض بصر کی ضرورت ہی نہ رہ جاتی لہذا سب سے اول بات یہ ماننا پڑی کہ چہرہ کے سامنے کوئی پردہ موجود نہیں اور خداوند تعالے نے حفاظت عصمت وعفت کے لیئے غض بصر یعنی نگاہ نیچی کرنے کا حکم فرمایا۔ اب ہم اسلامی تشریح پیش کرتے ہیں:-

اسلامی تشریح ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ رسول اللہ نے غضِ بصر کے کیا معنی لیئے اور اس پر کس طرح عمل رہا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کس طرح کرنے کو کہا ہے۔ ذیل کی حدیث اس آیت کی تفسیر ہے:-

۱۳ح "بریدہؓ سے روایت ہے رسول اللہ نے حضرت کو فرمایا کہ اے علیؓ نظر کی پیروی مت کر یعنی نظر کے پیچھے نظر مت ڈال جو اول نظر کسی اجنبیہ عورت پر جا پڑے تو دوبارہ پھر کر اس کو نہ دیکھ کہ پہلی نظر تیرے واسطے جائز ہے اور دوسری نظر تجھکو جائز نہیں" (ابی داؤد)

تشریح حدیث اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نہ تو عورتوں کے چہرے بند ہیں اور نہ مردوں کے اور اصل معنی نظر ڈالنے کے کیا ہیں۔ جب چہرہ پر ایک نظر بے ضرورت پڑنا جائز ہوا تو لامحالہ چہرہ کھلا ہوا ہے لیکن مخالفین کہتے ہیں کہ پہلی نظر بھی حرام ہے۔ اور لفظ نظر کے معنی معمولی نظر کے لیتے ہیں۔ دوسری حدیث اسی سلسلہ میں پیش کرتا ہوں:-

۱۴ح "ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ نے عید کے روز میرے بیٹے فضل رضؓ کو اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور فضلؓ حسین آدمی تھا۔ رسول اللہ ایک جگہ ٹھہرے اور جو کوئی مسئلہ پوچھتا تھا اس کو بتاتے تھے اتنے میں ایک عورت قبیلہ خثعم کی آئی اور وہ بھی اچھی حسین تھی اور آپ سے پوچھنے لگی کہ میرے باپ پر بڑھاپے میں حج فرض ہوا ہے اور وہ اس قدر ضعیف ہیں کہ سواری پر ٹھہر ہی نہیں سکتے تو میں اُن کی طرف سے حج ادا کروں فضلؓ کو اس کے حسن و جمال نے حیران کر دیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا

رسول اللہ نے اپنا دست مبارک پیچھے کو لیجا کر فضلؓ کی ٹھوڑی پکڑ کر عورت کی طرف سے منہ پھیر دیا (صحیح مسلم)

اس حدیث سے نہ صرف ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ بلکہ ہندوستانی پردہ کے حامیوں کے چہرہ پوشیدہ رکھنے کی تردید ہوتی ہے۔ اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کیونکہ اس حدیث کو نسائی نے اور ابو داؤد نے غرض تمام محدثین نے نقل کیا ہے اور آخر تک امام باقر علیہ السلام تک اسی طرح آئی ہے۔ ہمارے مولویوں کو ایک اور ترکیب بھی آتی ہے اور وہ یہ کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پردے کے حکم کے نزول سے پہلے کی ہوگی تو خوش قسمتی سے یہ اعتراض بھی اس پر عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے جب رسول اللہ سفر آخرت کی تیاری کے قریب تھے۔ لہذا ثابت ہوتا ہے کہ ان آیات کے اُترنے کے بعد بھی عورتیں چہرہ کھولے ہوئے پھرتی تھیں یہ نہ تو کوئی جُرم تھا اور نہ عیب تھا اور نہ گناہ تھا۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر ڈالنے کے کیا معنی ہیں۔ ویسے تو یہاں اور مسلمان بھی تھے جو اس عورت کو دیکھ رہے تھے۔

ان دو مستند حوالہ جات ہی پر اکتفا نہ کر کے ہم اور ذیل کی روایت نقل کرتے ہیں۔

۳ ”حسن بصری کے بھائی سعید بن ابوالحسن نے حسن بصری سے کہا کہ عجم کی عورتیں اپنے سروں اور سینوں کو کھلا رکھتی ہیں۔ حسن بصری نے کہا تم اپنی نظر کو اُن سے ہٹا لو۔ اللہ کا فرمان ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم (صحیح مسلم)

اس روایت پر غور کرنے سے کئی باتوں کا پتہ چلتا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چہرہ کھلا رکھنا ہرج نہیں کرتا مگر یہاں تو بحث ہماری غضِ بصر کی تنقیح سے ہے۔ چنانچہ صاف ثابت ہے کہ نظر نیچی کر لینا یا ہٹا لینا کافی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اپنا چہرہ یا عورت کا چہرہ بند کر دیا جائے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ مشہور مفسرین اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں گو ان کی تفسیر ہمارے لیے کوئی حکم نہیں ہے مگر ہم اس کو بھی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں تاکہ وہ خود اس کو قرآن اور حدیث سے ملا کر اندازہ کر لیں۔ "علاوہ بیوی باندی کے غیر عورت سے جو اس پر حلال نہیں ہے نظر بچانے کا حکم ہے اور یہ فرمان ہے کہ اے محمد کہہ دے مومن عورتوں سے کہ اپنی نظریں بچائیں اور خائنۃ العین کے معنی ان عورتوں کی طرف نگاہ بد کرنا جن کی طرف نظر کرنا ممنوع ہے" (قتادہؒ)

"جس عورت کی طرف شہوت راغب ہو اگرچہ وہ لڑکی ہی کیوں نہ ہو اس کی طرف نظر نہ کرنا چاہیئے۔" (علامہ زہری) بالکل صحیح ہے ایسی صورت میں

"ان لونڈیوں کی طرف جو مکہ میں بکنے آتی ہیں نظر کرنا مکروہ ہے مگر جب خریدنے کا ارادہ ہو" (عطا ابن ابی رباح) کیسی نظر کرنا مکروہ ہے؟

ان مفسرین کی رائے ہمارے لیے قطعی حکم نہیں لیکن ہم کو ان کی طرزِ تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات پردہ کے بارہ میں سختی کی طرف کچھ کچھ مائل ہیں آیات بالا و مضمون بالا کو پڑھ کر اُمید ہے کہ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ

Razia Raza Jafri ۸۷ 9/11/68

غض بصر سے کیا مطلب ہے یعنی یہ کہ مرد و عورت ایک دوسرے کا
چہرہ دیکھ سکتے ہیں لیکن خیال فاسد سے نہیں اور نہ ہی اس دلچسپی سے
جس سے کہ حضرت فضلؓ نے اس عورت کو دیکھا۔ ویسے دیکھنے کو تو اس
عورت کو راوی اور رسول اللہ ہی نہیں بلکہ اور مسلمان جو وہاں تھے وہ
بھی دیکھ رہے تھے لیکن اوروں کو غض بصر کی ضرورت وہاں نہ تھی
سوائے حضرت فضلؓ کے۔

اب ضروری ہے کہ ہم اس آیۃ کے دوسرے الفاظ کی تشریح کریں۔

حفظ فروج | شرمگاہوں کی حفاظت خداوند تعالےٰ نے مردوں اور
عورتوں دونوں پر اسی طرح واجب رکھی ہے جس طرح غض بصر حالانکہ
ہم کہہ چکے ہیں کہ ان الفاظ کی بھی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ
قرآن پاک خود کہتا ہے کہ میرے احکام صاف ہیں تاہم اس کو یہاں ضروری
خیال کیا گیا۔

ہندوستانی تشریح | نیم مولوی لوگ اس کی تشریح میں سادہ لوحی سے
کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے یہ مطلب ہے کہ شرمگاہ کو ڈھکنا چاہیئے
گویا کہ ان کے خیال میں شرمگاہ کوئی کھولے پھرتا تھا۔ ایسا تو جاہلیت
کے زمانہ میں بھی نہیں ہوا۔ ہندوستانی نقطۂ خیال سے اس کی تشریح
یہیں کی یہیں ختم ہو جاتی ہے۔

اب ذیل میں ہم اس کی اسلامی تشریح و تفسیر پیش کرتے ہیں۔

اسلامی تشریح | اس کا مطلب صاف ہے یعنی شرمگاہ کی حفاظت کرو لیکن ظاہر ہے

کہ شرمگاہ کی حفاظت محض کپڑے سے ڈھکنے سے نہیں ہوتی ورنہ اگر صرف یہی مطلب ہوتا تو بازاری عورتیں دعوے کر سکتی تھیں کہ ہم حفاظت کر رہے ہیں کیونکہ کپڑا پہنے ہیں۔ واقعہ ہے کہ ایک عورت اگر پچاس کپڑوں سے اپنی شرمگاہ کو ڈھکے رکھے لیکن رات کو زنا سے مُنہ سیاہ کرے تو یہی کہا جائے گا کہ شرمگاہ کی حفاظت نہیں ہوئی۔ یہ دراصل فعل بد کی طرف اشارہ ہے۔ فعل بد سے بچنا اور بچائے رکھنا شرمگاہ کی اصل حفاظت ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کپڑے سے پوشیدگی بھی ضروری ہی نہیں بلکہ حفاظت کا جزو اعظم ہے۔ اور ہندوستانی خیال بھی اس حد تک غلط نہیں۔ چونکہ ہماری اس تشریح کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا لہذا ہم اس موضوع پر احادیث پیش کرنا ضروری نہیں خیال کرتے۔

یہ تو گویا بیان ان الفاظ کی تشریح کا ہوا جن سے خدا کا حکم صاف ثابت ہوا کہ مسلمان مرد و عورتیں بلاتخصیص اپنی اپنی نظریں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اب ہم اس بحث پر آتے ہیں کہ اس کا کیا انتظام ہونا چاہیئے کہ نظر نیچی رہے اور شرمگاہ کی حفاظت رہے۔

ہندوستانی ترکیب ہمارے نیم مولویوں نے جو ترکیب نکالی ہے اور جو مروج ہے وہ یہ ہے کہ عورت کو اول تو بہت سے کپڑے پہناؤ اور پھر اوپر سے ایک برقعہ لپیٹ کر گھر کے اندر بند کر دو جس کی دیواریں بیحد اونچی ہوں خواہ اس میں روشنی آوے یا نہ آوے مزید احتیاط کے لیئے دیواروں کی درزوں میں مٹی بھر دی جائے اور نہ کسی سات برس سے زیادہ عمر کے

بچہ کو اندر آنے دو۔ عورت کو ہرگز کسی سے ملنے جلنے نہ دو۔ مکان کی تمام کھڑکیاں بند کر دو اور باہر نکلنے کے دروازہ کی ڈیوڑھی میں ایسے چکر دو کہ ایک مرتبہ آدمی بھول بھلیوں میں پڑ جائے اور اس پر یہ احتیاط کہ ایک موٹا ٹاٹ کا پردہ ڈالو۔ چھت کے اوپر چاروں طرف ٹٹیاں کھڑی کر کے تمام ہوا اور دھوپ روک دو اور عورتوں پر نہایت سختی سے پہرہ رکھو۔ ایسا کہ کسی کی آواز تک کان میں نہ آئی اور اگر کوئی پوچھے کہ حضرت اتنی سختی! تو فوراً اس آیت کا حوالہ دیدو۔ خواہ کچھ بھی ہو لیکن ہم یہ تسلیم ضرور کریں گے کہ ترکیب خوب ہے! صرف کپڑوں اور چہروں پر قفل اور ہو جائیں تو ترکیب تکمیل کو پہونچے۔

آخر یہ مصیبت ہے کیا بلا!!

اب ذرا اسلامی ترکیب اور علاج اس خرابی کا ملاحظہ ہو۔ نظر نیچی رکھنے کی ترکیب اور شرمگاہ کی حفاظت کی ترکیب جو رسول اللہ نے برتی اور بتائی وہ یہ ہے

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

۲۴ "جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ نے ایک عورت کو دیکھا پھر آپ زینبؓ بنت جحش کے پاس گئے جو آپ کی بی بی تھیں اور...... اور صحابہ سے (بی بی کے پاس سے واپس آکر) فرمایا عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے تو یہ واقعہ جس پر گزرے وہ اپنی بی بی کے پاس جائے جو دل میں وسوسہ ہو گا وہ نکل جائے گا۔" (سنن ابی داود)

اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں اول یہ کہ عورتوں کو چہرہ چھپانا ثابت نہیں ہوتا اور نہ عورت پر آپ کی نظر پڑنا کبیرہ ہی دوسرے یہ کہ عورت سے محض بات چیت کرنے یا دیکھنے ہی سے غض بصر کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی کیونکہ جب آپ نے جیسا کہ گزشتہ حدیث میں ہم دیکھ آئے ہیں فضلؓ کا عورت کی طرف سے منہ پھیر دیا اور خود بات کرتے رہے نیز اور مسلمان بھی موجود تھے۔ تیسرے یہ کہ نظر نیچی رہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہو اس کا اصلی علاج کیا ہی؟

لیکن ہمارے مولوی صاحبان اس پر ایک اور اعتراض کرتے ہیں اور یوں استدلال کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں تو لوگ تمام نیک تھے اور اس زمانہ سے تو خدا ہی بچائے تو اس کا جواب یہ ہو کہ کیا آپ ضروری خیال کرتے ہیں کہ احکام خدا میں کچھ زائد ترمیم کی جاوے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دعویٰ ہو کہ خدا کے احکام ہر زمانہ کے لیئے کافی ہیں۔ اس کا جواب کیا ہی۔ لیکن ہم یہاں تسلیم کرتے ہیں کہ اگر ضرورت ہو تو قرآن اس امر میں مانع نہ ہوگا کہ ہم کچھ اس سے زیادہ کریں جو قرآن بتاتا ہی لیکن اس میں زیادتی کرنا اور یہ کہنا کہ قرآن یہی کہتا ہی اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔ بجائے مذہب کے بہانے کے دنیاوی ضرورت کیوں نہ کہا جائے اور ساتھ ہی ساتھ جو قرآن کے احکام سے زیادہ نہیں کرنا چاہتے اُن کو کیوں کافر کہا جائے بیشک اگر ضرورت پڑے گی تو تالے میں بھی عورتوں کو رکھا جائے گا مگر یہ کہنا سراسر حماقت ہوگا کہ قرآن اور رسول نے ایسا کہا ہی اور خدائی حکم کے

یہی معنی ہیں اور اس میں ذرّہ بھر ترمیم کی گنجائش نہیں۔
اس حدیث میں حضور کا قول و فعل دونوں موجود ہیں بلکہ مشورہ بھی موجود ہے جس کو مولوی صاحبان بید عرک حکم کہہ سکتے ہیں۔ لہذا اگر نبی کی ذات کو قرآن کی تفسیر مانتے ہو اور ان کے قول و فعل کو قرآن کی تشریح جانتے ہو تو اس کو مانو اور عمل کرو ورنہ کم از کم جو حضرات اس پر عامل ہو اور اس سے تجاوز نہ کرے اس کو برا نہ کہو۔ اب ہم ناظرین کے آگے ایک دوسری حدیث پیش کرتے ہیں:-

ج " ... حضرت عثمانؓ فرمانے لگے رسول اللہ جوانوں کے پاس آئے اور فرمایا جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہو (بیوی کو کھلانے پلانے کی) وہ تو نکاح کرے کیونکہ نکاح کرنے سے نگاہ نیچی رہتی ہے (یعنی بیگانی عورت پر نگاہ نہیں پڑتی) اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جو شخص مقدور نہ رکھے (یعنی مفلس ہو) وہ روزے رکھے" (نسائی)

یہ حدیث نظر نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کی بہترین ترکیب ہے اور اس سے جو زیادہ کوئی کہے کہ فرض ہے وہ خارج العقل ہے۔ اب ہم آیتہ کے حصہ (ب) کے بقیہ ٹکڑے یعنی وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا پر آتے ہیں اور یہی وہ حکم ہے جس کے بارہ میں سیکڑوں من سیاہی اور کاغذ خرچ ہو چکا ہے اور یہی وہ حصہ ہے جس کے بارہ میں مولوی صاحبان طرح طرح کی تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ اس جملہ میں دو الفاظ ایسے ہیں جن کی تشریح ضروری ہے۔ ایک تو لفظ زینت ہے اور دوسرا جملہ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا ہے۔

ہم بار بار کہہ چکے ہیں لیکن اس تکرار کو برابر جاری رکھیں گے کہ قرآن کے مطالب سمجھنے کے لیئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے مطالب صاف ہیں اسی طرح اس آیت کے معنی بھی صاف ہیں یعنی یہ کہ سوائے اس زینت کے جو ظاہر رہتی ہے اور جس کے چھپانے میں بیجا قباحتیں ہوں بقیہ زینت پوشیدہ رکھو اور یہ کہ وہ زینت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو زینت اور مواقع زینت بھی دستور کے موافق کھلے رہتے ہوں۔ اسلام ہر زمانہ اور ہر معاشرت کے لیئے آیا ہے لیکن جو فلسفہ قانون اور فلسفہ مذہب سے نابلد ہیں وہ کہتے ہیں کہ صرف وہی مواقع زینت جو تیرہ سو برس پیشتر کی عربی معاشرت میں کھلے رہتے تھے۔ خوش قسمتی سے ہم ایسے حوالہ جات اس لفظ (زینت) کے بارہ میں دے سکتے ہیں کہ آگے گنجایش ہی نہ رہے گی

زینت کی ہندوستانی تفسیر ہندوستانی مولویوں نے عورت کا چہرہ سر کپڑے وغیرہ سب زینت میں شمار کر لیا ہے اور صرف ہاتھ کے پنجے کو زینت کی فہرست سے از راہ عنایت نکال دیا ہے لیکن اس کو ان کے مریدوں اور پیروں نے داخل زینت کر کے عورت کا ہاتھ باہر حکیم کے ہاتھ میں دینے کے بجائے حکیم کا ہاتھ اندر پردہ کے لینا جائز کیا ہے۔ بیچ چھپی ہوئی اور بقول حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی "عورت کا تمام بدن سر کے بالوں سے لیکر ناخون پا تک عورت ہے"

قبل اس کے کہ ہم اسلامی تفسیر پیش کریں ضروری خیال کرتے ہیں کہ لفظ 'زینت' پر بحث کریں :-

قرآن میں اسی آیت کے آخر میں بھی لفظ زینت کا استعمال ہوا ہے اور وہاں اس لفظ کے معنی پاؤں کے گھونگرو۔ جھانجن۔ پازیب یا چوڑیاں مراد ہیں جو چلنے میں بجتی ہیں لہٰذا زینت کے معنی زیور ہوئے جس کو کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ ظاہر نہ کرو۔ اب یہاں ایک اور بات پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ کہ محض زیور کے چھپانے سے کیا مقصد کیونکہ پازیب۔ جھانجن۔ بالی۔ بُندے وغیرہ تو مرد بناتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کے دیکھنے سے منع کرنے سے کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلتا۔ اس بات کا جواب اکثر یوں دیا گیا ہے کہ زیور بدن پر آکر یعنی جس حصہ بدن پر وہ پہنا جاتا ہے زیور کہلانے کا مستحق ہے یعنی ایک بندہ یا بالی جب وقت کان میں لٹکتی ہے تب زیور ہوتی ہے اور یونہی رکھی رہے تو زیور اس معنی میں نہیں کہلائے گی۔ یہ دلیل ہماری بھی سمجھ میں آتی ہے۔ لہٰذا زینت کے اصلی معنی سنگار اور آرایش ہوئے۔ پس ناک کی کیل معہ ناک اور کان کا بندہ یا بالی معہ کان اور آنکھ کا سرمہ معہ آنکھ اور ہاتھ کی چوڑی معہ ہاتھ اور بازو بند معہ بازو اور انگوٹھی معہ انگلی اور ہاتھ اور مہندی وغیرہ وغیرہ غرض سب زینت میں شامل ہیں۔ اور یہی خیال مفسرین کا بھی ہے:۔ (۱) زینت سے مراد مواضع زینت سے ہے (تنزیل بغوی)

(۲) زینت سے مراد جسم کے مواضع زینت پر نظر کرنا ہے۔

(۳) یہاں اپنی آرایش اور زینت سے مراد مواضع آرایش ہیں (شاہ ولی اللہ صاحب فتح الرحمان)

اب اس تمام سنگار یعنی زینت معہ مواقع زینت میں سے خداوند تعالےٰ

فرماتا ہے کل چھپا لو" الا ما ظہر منہا" سوائے اس کے جو غالباً کھلا رہتا ہے۔
اب ہم الا ما ظہر منہا کی بحث پر آتے ہیں۔

تفسیر الا ما ظہر منہا ترجمہ اس کا ہوا کہ "مگر جو کھلی چیز ہو اس میں سے"
اب جھگڑا اس امر کا ہے کہ آیا چہرہ کھولنا اس سے جائز ہے یا نہیں۔ ہمارے مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ نہیں ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ہے کیونکہ خداوند تعالے فرماتا ہے کہ تمام زینت و مواقع زینت کو بند کر لو مگر سوائے اس زینت یا مواقع زینت کے کہ جو غالباً کھلے رہتے ہیں تو ہماری بحث ہے کہ دونوں ہاتھ اور چہرہ کھلا رہتا ہے اور اس کے کھولنے میں کوئی نقصان نہیں اور ہمارے خیال کے مطابق انگوٹھی مع انگلی کے اور مہندی مع ہاتھ کے اور سرمہ مع آنکھ کے اور ناک کی کیل مع ناک کے کھلی رہے گی۔ کیونکہ یہ وہ زینت اور حصہ زینت ہے جو عموماً کھلا رہتا ہے اور جس کے پوشیدہ رکھنے سے سخت قباحت ہے۔ اسی طرح ایک انگریز عورت کے لئے الا ما ظہر منہا میں سر بھی مع سر کی آرایش کے داخل ہو سکتا ہے۔ اسی پر تمام ضد ہے اور اسی کو ہمارے مولوی صاحبان نہیں مانتے۔ اب ہم اپنے ثبوت میں حسب ذیل احادیث پیش کرتے ہیں:۔

۴۵ "ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے بی بی اسماءؓ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی رسول اللہؐ پاس آئیں اور ان کے بدن پر باریک کپڑے تھے تو رسول اللہؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے اسماءؓ عورت جب جوانی کو پہونچے تو یہ مناسب نہیں کہ اس کا بدن دکھائی دے سوائے اس کے اور اس کے اور اشارہ کیا حضرت نے اپنے چہرے

اور دونوں ہتھیلیوں کی طرف" یعنی ایسا باریک کپڑا جس سے بدن معلوم ہو پہننا درست نہیں اور عورت کا کوئی عضو کھلنا نہ چاہیئے مگر چہرے کا اور گٹے تک ہاتھ کھلا رہنا مضائقہ نہیں کیونکہ ان کے کھولنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے بعضوں نے اس زمانہ میں بسبب فساد کے چہرہ کھولنا بھی مکروہ رکھا ہے" (ابی داؤد)

حدیث بالا صاف بتاتی ہے کہ اسماءؓ جو حضور کی نامحرم تھیں آپ کے سامنے آئیں اور آپ نے جو نصیحت فرمائی وہ عام ہے اور ہمارے حق میں فیصلہ کرتی ہے اور الا ما ظہر منہا کی بہترین تفسیر ہے۔ لیکن شرح سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چہرہ چھپانا بعد کی جدت ہے۔ اس حدیث میں حضور کا قول اور فعل اور حکم تینوں چیزیں ہیں۔ اسی مضمون کی دوسری حدیث حسب ذیل ہے :-

(ج) "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس عبداللہ بن طفیل کی لڑکی حزینہ آئی اور رسول اللہ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ عورت کو جب حیض آنے لگے تو اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بدن کو ظاہر کرے بجز چہرے کے اور بجز اس موقع کے نیچے کے۔ اور آپ نے اپنی کلائی کو مٹھی سے پکڑا اور کف کے درمیان دوسری مٹھی کے برابر جگہ چھوڑ دی (ابو داؤد)

اوّل تو آیت ہی صاف تھی اور اس پر مندرجہ بالا احادیث اور ان کی تشریح اور بیان فایدہ لیکن ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ اور بھی ثبوت اپنے

دعوے کی تائید میں پیش کریں۔ چنانچہ درج ذیل ہیں:۔

(۱)[1] عبدالرزاق و فریابی و سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و حاکم نے مع تصحیح و ابن مردویہ نے (یہ سب بڑے بڑے محدثین ہیں جو روایت کی سند اپنے سے آخر تک نام بنام نقل کرتے ہیں) حضرت ابن مسعودؓ (صحابی) سے اس قول (ولا یبدین زینتھن) کے باب میں روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا کہ زینت یہ ہے کنگن بازو بند۔ خلخال۔ بالی۔ ہار۔ اور الا ما ظہر منہا کپڑے اور چادر ہے[2]

(۲) احمد اور نسائی و حاکم و بیہقی نے اپنے سنن میں ابو موسیٰؓ (صحابی) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگائے پھر باہر نکلے اور مردوں کے کسی مجمع پر گذرے اور ان کو اس کی خوشبو آجاوے تو وہ عورت زانیہ ہے۔

(۳) ابن المنذر نے حضرت انسؓ (صحابی) سے اس قول مذکور میں نقل کیا ہے کہ الا ما ظہر منہا سرمہ اور انگشتری ہے۔

(۴) عبدالرزاق و عبد بن حمید نے حضرت ابن عباسؓ (صحابی) سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ وہ ہتیلی کی مہندی اور انگشتری ہے۔

(۵) ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے اسی قول الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ چہرہ کی ٹکیہ اور کف کی اندرونی سطح۔

(۵) ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن المنذر و بیہقی نے اپنے سنن میں حضرت

[1] یہ حوالہ جات قبول الصواب فی شمول الحجاب سے لیے ہیں [2] یہ سب لوگ اس زمانہ کے ہیں جب پردہ کفار سے لیا جا چکا تھا

عائشہؓ سے روایت کیا کہ ان سے زینت ظاہرہ کی تفسیر پوچھی گئی انھوں نے فرمایا کہ کنگن اور چھلے اور انھوں نے اپنی آستین کا کنارہ سمیٹ لیا یعنی آستین موڑکر کلائی کا سرا ظاہر کیا جو موقع ہے کنگن کا،

(۸) ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ عورت کا چہرہ عورت کے دونوں کف اور انگشتری۔

(۹) ابن جریر نے سعید بن جبیر (تابعی) سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ چہرہ اور کف۔

(۱۰) ابن جریر نے عطار (تابعی) سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا کہ دونوں کف اور وجہ۔

(۱۱) عبدالرزاق اور ابن جریر نے قتادہ (تابعی) سے الا ما ظہر منہا کی تفسیر میں کہا کہ وہ کنگن۔ انگشتری اور سرمہ۔

(۱۲) آزاد عورت کا تمام جسم عورت ہے اور غیر مرد کو اس کے کسی حصہ جسم کو دیکھنا جائز نہیں سوائے اُس کے منہ اور ہاتھوں کے کیونکہ عورت کو مجبوراً خرید و فروخت کے موقعہ پر اپنا چہرہ کھولنا پڑتا ہے اور اسی طرح لینے دینے میں ہاتھ نکالنے پڑتے ہیں (امام رازی تفسیر کبیر)

(۱۳) "الا ما ظہر منہا" کے معنی یہ ہیں کہ سوائے اس حصہ کے جو انسان عادتاً یا چار و ناچار کھلا رکھنے پر مجبور ہو اور عورتوں میں وہ حصہ ان کا منہ اور ہاتھ ہیں۔

(۱۴) ان کھلی ہوئی چیزوں سے جنھیں قب پردہ سے مستثنےٰ کیا گیا ہے۔
مراد چہرہ اور ہتیلیاں ہیں (بحر المحیط و معالم و خازن)
(۱۵) ان سب اقوال میں سب میں صحیح قول وہ ہے جو کہتے ہیں کہ الا ما
ظھر منہا سے مراد چہرہ اور ہتیلیاں ہیں (ابن جبیرؒ)
(۱۶) الا ما ظھر منہا سے مراد چہرہ اور دونوں ہتیلیاں ہیں (جلالین)
(۱۷) ان کھلے ہوئے مقامات سے مراد چہرہ اور ہتیلیاں ہیں (فتح الرحمان
حضرت شاہ ولی اللہؒ)
(۱۸) بجز ان مقامات کے جو کھلے ہوئے رہتے ہیں یعنی چہرہ اور دونوں
ہتیلیاں (تفسیر عزیزی)
(ان سب کے معنی اوپر گزر چکے) قتادہ نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھ کو پہنچا ہے نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت پر جو اللہ تعالےٰ پر اور قیامت
کے دن پر ایمان رکھے حلال نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کو کپڑے سے نکالے مگر
یہاں تک اور آپ نصف کلائی کو پکڑے ہوئے تھے۔

گو ہمارے لیئے یہ تفاسیر کوئی حکم نہیں ہیں کیونکہ ہم اس کے قائل نہیں
کہ الا ما ظھر منہا کی ہر زمانہ اور ہر معاشرت اور ہر قوم کے لیئے ایک ہی تفسیر
ہوگی لیکن مندرجہ بالا تفاسیر سے صاف ظاہر ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا
کھولنا جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔

حنفی عقیدہ تعجب تو یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان زیادہ تر حنفی ہیں
اور اپنے کو امام ابو حنیفہؒ کا پیرو بتاتے ہیں لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ خود

امام ابو حنیفہؒ ہندوستانی پردہ کے خلاف ہیں۔ مندرجہ بالا حوالہ جات ان مفسرین کے ہیں جن پر شرع حنفی کا دار و مدار ہے اور خود امام اعظمؒ نے بی بی اسماءؓ اور بی بی مزینہؓ والی احادیث سے استدلال کر کے کل چہرہ اور ہاتھوں کو کھولنا جائز قرار دیا ہے اور بلکہ انھوں نے اس سے تجاوز کر کے عورت کے پاؤں بھی ستر سے باہر قرار دیئے ہیں۔

شافعی عقیدہ گو امام شافعیؒ نے اصول کو تسلیم کیا ہے لیکن پورے چہرے کے کھولنے سے اختلاف کیا ہے۔ گو وہ یہ نہیں کہتے کہ چہرہ الا ما ظہر منہا میں داخل نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ کل چہرہ جوان عورت کا الا ما ظہر منہا میں نہیں داخل ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ الا ما ظہر منہا پر کافی بحث ہو چکی اور یہ ثابت ہو چکا کہ کم از کم آیت زیر بحث سے عورتوں کو اپنا چہرہ چھپانا لازم نہیں آتا اور خصوصاً ان کو جو حنفی ہیں۔ چنانچہ ہم اب آگے بڑھنے کی اجازت چاہتے ہیں اور بقیہ ٹکڑے آیت یعنی ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن کو لیتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اور اپنے دوپٹہ اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں"

حالانکہ اس ٹکڑے آیۃ پر اختلاف نہیں ہے لیکن ہم کو ڈر ہے کہ کہیں اس دوپٹہ کو ہی کھینچ تان کر ہمارے مولوی صاحبان چہرے تک نہ لے آئیں لہذا ہم اس پر بھی بحث کرتے ہیں۔

خمرا اس لفظ کے معنی ڈھکنے والی چیز کے ہیں اور دوپٹہ بھی ڈھکتا ہے لہذا دوپٹہ بھی خمار ہے۔ دوپٹہ عربوں میں مختلف قسم کے چھوٹے اور بڑے ہوتے تھے

خمار سب سے چھوٹا دوپٹہ ہوتا تھا گویا ایک بڑا رومال اُس سے بڑے کا نام نصیف تھا اور اوراس سے بڑے کا نام مقنعہ۔ یہ اس طرح اوڑھا جاتا تھا جس طرح آج کل کی عورتیں بڑا سا اوڑھنی پہن لیتی ہیں اور ٹھوڑی کے نیچے پن لگا لیتی ہیں اور اس کے دونوں کونے سامنے سینہ پر نیچے تک آویزاں رہتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں پن کوئی نہ لگاتا تھا۔ اب ذرا پردہ نشین حضرات یہ بتائیں کہ گزشتہ آیتوں میں جب سارا بدن پوشیدہ رکھنے کا حکم آگیا ہے تو یہ گریبان سینے کے اوپر کیسے کھلے تھے۔ ممکن ہے وہ کہیں کہ سر اور منہ چھپے تھے مگر سینے کھلے رہتے تھے!! وجہ یہ ہے کہ کوئی خمار پہن کر نکلتا تھا اور کوئی جلباب پہن کر نکلتا تھا کیونکہ یہ چیزیں مختلف طول و عرض کی ہوتی تھیں اور ایک بڑے خمار کے ہوتے ہوئے جلباب کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔

شان نزول اس حصہ آیۃ کی شان نزول یہ ہے "یہ آیت اس لیئے نازل ہوئی کہ اُن کے (عورتوں کے) گریبان چوڑے ہوتے تھے جن سے ان کے سینے اور اس کے اطراف نظر آتے تھے اور وہ دوپٹوں کو پشت کی طرف ڈالتی تھیں اس لیئے ان کے سینے کھلے رہ جاتے تھے۔ اس واسطے ان کو حکم ہوا کہ سامنے ڈالیں تاکہ سینہ چھپ جائیں" (شرح بخاری) اس تفسیر کو پردہ نشین حضرات مانتے ہیں کہ صحیح ہے اور اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ اس وقت تک باوجود گزشتہ آیتوں کے نازل ہو جانے کے ہندوستانی پردہ کہیں نہیں تھا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گزشتہ آیات میں جیسا کہ پردہ نشین حضرات کا

خیال ہے کہ قرن بیوتکن سے گھر کا نکلنا بند ہوگیا تھا اور یدنین جلابیبھن سے سارا بدن سر سے پیر تک ڈھک گیا تھا غلط ہے۔

رسول اللہ کے زمانہ میں اور خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ یہ آیۃ نازل ہوئی ہے مدینہ میں چہرہ چھپانے کا رواج عام نہ تھا باوجودیکہ حجاز کے اور حصص میں عام تھا لیکن مدینہ خاص میں بھی بعض عورتیں نقاب استعمال کرتی تھیں۔ اگر اس آیۃ میں جس میں تمام ضروری حصص بدن کے چھپانے کا تذکرہ کیا گیا ہے کیا بے موقعہ تھا کہ اگر چہرہ چھپانے کا حکم دینا مقصود ہوتا تو اسی وضاحت کے ساتھ جیسے کہ سینہ چھپانے کو کہا ہے چہرہ چھپانے کو بھی کہدیا جاتا۔ سینہ کو کھلا دیکھ کر خمار کو اس طرح سے اوڑھنے کی تاکید کی گئی کہ سینہ پوشیدہ رہے۔ لیکن ساتھ ہی خمار سے چہرہ بھی پوشیدہ ہو سکتا ہے لیکن چہرہ کے بارہ میں خداوند تعالے نے کچھ اس آیت میں ارشاد نہیں کیا یہ کہا کہ خمار کو اس طرح اوڑھو کہ سینہ چھپ جائے۔ منہ کھلا دیکھا جاتا رہا اور سینہ بھی کھلا دیکھا گیا پھر سینہ کی پوشیدگی کا حکم ہوگیا مگر چہرہ کے بارہ میں کوئی حکم نہیں ہوا! غرض کوئی حصہ جسم ایسا نہیں جو بند ہونا ضروری ہوا ور قرآن نے اس کو چھوڑ دیا ہو اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر چہرہ چھپانا مقصود ہوتا تو جس طرح سینہ چھپانے کے مختلف کپڑے ہیں اور ان میں سے ایک کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے سینہ چھپاؤ تو اسی طرح چہرہ پوشیدہ کرنے کے بہت سے کپڑوں میں سے کسی ایک کا نام ضرور لیا گیا ہوتا۔ قرآن شریف کا دعوے ہے کہ واضح کتاب ہے اور یہاں اس قدر تفصیل کے ساتھ پوشیدہ

رکھنے کی چیزوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اور خاص چہرہ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ خداوند تعالے چہرہ کو چھپانا ضروری نہیں خیال فرماتا۔

اب ہم اس آیت کے آخری حصہ پر آتے ہیں کیونکہ درمیان میں تو صرف ان رشتہ داروں یا لوگوں کی تفصیل ہے جو مستثنے کیئے گئے ہیں۔ اخیر حصہ حسب ذیل ہے:-

(ج) وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ۔

اور اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے۔

خدا کا شکر ہے کہ تعلیم یافتہ لوگوں میں اب اس قسم کا زیور ہی عنقا ہو گیا ہے اور وہ مضمون ہوا کہ نہ مرض رہا نہ مریض جب سر ہی نہیں تو درد اور دوا کیسی۔ اس لغویت کو دور کرنے میں جو سعی ہمارے علماء کرام نے کی ہے وہ قابل تحسین ہے لیکن مُلا لوگ شاید علماء کرام سے اس بارہ میں اختلاف کریں اور یہ کہیں کہ اس میں دانستہ بجانے کی ممانعت ہے نہ کہ اس کی ممانعت جو خود بجے دلیل تو بہت خوب ہے اور قانون کے الفاظ کو دیکھتے ہوئے گرفت نہیں ہو سکتی اور ایسا خیال ہوتا ہے کہ بجنے والے زیور کو خداوند تعالے پہننے کو منع نہیں فرماتا۔ جب اس کے پہننے کی اجازت ہے تو وہ لامحالہ بجے گا لہذا احتیاط کے لیئے حکم موجود ہے کہ دانستہ نہ بجاؤ۔ قصہ مختصر ہم اس پر بحث فضول خیال کرتے ہیں۔

اب ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس آیت کو علم قانون یعنی جورس پروڈنس (Jurisprudence) کی کسوٹی پر کسیں اور دیکھیں

کہ آیا واقعی قرآن کا دعوے صحیح ہے کہ وہ ہر زمانہ کے لیئے ایک مکمل قانون ہے یا نہیں گو کہ ہمارا تو یہی عقیدہ ہے لیکن بحث کے لیئے یہ ثابت کرنا اشد ضروری ہے۔

قانون جورسپروڈنس علم کی وہ شاخ ہے جو قانون کی سائنٹفک تشریح کرتی ہے اور یہی ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر کسنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک قانون کیسا ہے۔ ہم کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے فقیہ اس علم سے بالکل ہی نابلد ہیں کیونکہ ان کی پرانی (Theories) مدت ہوئی بوسیدہ ہو چکی ہیں اور ان کو نہیں معلوم کہ ارتقائی نشوونما نے اس علم کو کس درجہ تک پہونچا دیا ہے۔ ان کی پرانی فقہ ان کو اتنی عزیز ہے کہ اس سے وہ بال بھابر آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ خیر ہم کو یہاں اس سے بحث نہیں اور ہم ایک دوسری بحث کھڑی نہیں کرنا چاہتے۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ سوسائٹی کی حالت ایک صورت پر قایم نہیں رہتی اور اس کی ارتقائی نشوونما مختلف پہلو بدلتی رہتی ہے اقتصادی زندگی ہر گھڑی نیا پہلو بدلتی ہے اور ہر چیز کا معیار گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ خیالات میں حیرت انگیز تغیر ہو جاتا ہے جس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ روزانہ کی ضروریات اور خیالات ہمیشہ موجودہ قانون کو ناکافی پاتے ہیں اور اگر ناکافی محسوس نہیں کرتے تب بھی ہر قدم پر قانون کا سوسائٹی کی ضروریات سے تصادم ہوتا رہتا ہے جس کی ٹکر قانون تھوڑے دن تک تو برداشت کرتا رہتا ہے لیکن آخر کو بیکار ہو جاتا ہے اور اس میں ترمیم کرنا پڑتی ہے۔ ایک قانون کی خوبی یہ ہے کہ وہ لچک دار ہو یعنی اس کے الفاظ میں گنجایش ہو اور ایسا قانون ہر زمانہ

کے لیے کافی ثابت ہوگا۔ سوسائٹی خواہ کتنے ہی پلٹے کھائے مگر قانون اس پر حاوی رہے گا۔ ایک قانون ایسا ہوتا ہے کہ اس کے الفاظ کی بندش سخت ہوتی ہے اور اس کا محدود دائرہ ہوتا ہے جو بہت جلدی سوسائٹی کی رفتار سے پیچھے رہ جاتا ہے اور اس میں ترمیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک لچکدار قانون کے الفاظ نہایت شستہ ہوتے ہیں اور ساتھ ہی وہ حتی الامکان کسی چیز یا فعل کی تعریف محدود طریقے سے نہیں کرتے۔ اب اگر ہم قرآن پاک کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ قرآن پاک نے حتی الامکان تعریف سے اجتناب کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی عظمت کا راز ایک دقیانوسی فقیہ کی سمجھ میں آنا ذرا دشوار ہے اور اس کی پہونچ چند بوسیدہ اصول سے آگے کچھ نہیں مثال کے طور پر لفظ "زینت" کو لیجیے کہ کس قدر جامع ہے۔ آج ایک چیز زینت ہے کل نہیں رہے گی اور اس کی فہرست سے خارج ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک زمانہ میں گاڑھے کی چادر زینت نہ ہوگی لیکن باریک ململ زینت کہی جا سکتی تھی اور تھی پھر معاشرت نے اور ترقی کی اور ململ اس قدر عام ہوئی کہ باعث زینت نہ رہی لیکن بیل دار چادر باعث زینت خیال کی جانے لگی اور رفتہ رفتہ بیل لگانا بھی زینت کے دائرہ سے نکل کر شائستگی اور شستگی میں داخل ہوا۔

اسی طرح الفاظ "الا ما ظهر منها" کو لیجیے کس قدر ان الفاظ میں گنجائش ہے اور زمانہ کے مطابق اس پر عمل ہوا ہے۔ رسول اللہ کے زمانہ میں منہ اور ہاتھ اس میں داخل سمجھا گیا اور کچھ زمانہ تک یہی رہا پھر بنو عباس کے زمانہ میں

آن کر صرف ہاتھ ہی رہ گئے اور فقہا نے چہرہ کو اس میں شامل نہیں سمجھا اور پھر ہندوستان میں۔ غرض ہر قوم اور زمانہ نے اپنی معاشرت اور ضرورت کے موافق اس پر عمل کیا۔ خداوند تعالے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر یہ کہتا ہے کہ کل زینت کو پوشیدہ کرلو سوائے اس کے جو کہ عموماً کھلا رہتا ہے۔ یہ ہیں قانون کے الفاظ۔ اب ان پر آج کل کے زمانہ کی ایک انگریز نو مسلمہ عمل کرتی ہے جس کے یہاں "الا ما ظھر منھا" میں نہ معلوم کیا کیا ہیں۔ قانون کے الفاظ تو یہ ہیں کہ اپنی زینت کو چھپا لو سوائے اس کے جو عموماً کھلا رہتا ہے اور ایک انگریز عورت کا سر بھی کھلا رہتا ہے اور بالوں کو بنانا زینت ہی نہیں ہے بلکہ قریب قریب اس سے گزر کر ضرورت کے دائرہ میں آگیا ہے۔ اس سے بھی آگے چلیئے اور الا ما ظھر منھا کی وسعت کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ حکم جتنا کہ ایک نہایت ہی تہذیب یافتہ قوم کے لئے مفید ہو سکتا ہے اتنا ہی ایک اس قوم کے لئے جو وحشی ہے اور نیم برہنگی میں زندگی بسر کرتی ہے "الا ما ظھر منھا" کا حلقہ ہر معاشرت اور زمانہ کے لحاظ سے گھٹتا اور بڑھتا رہا ہے اور رہے گا میں نے سائنٹفک تشریح ناظرین کے روبرو پیش کی ہے اور میں شکر گزار ہوں گا اگر براہ کرم اس تشریح سے یہ نہ خیال فرمائیں کہ میں الا ما ظھر منھا کی وسعت سے فائدہ بیجا اٹھانے کی ترغیب دیتا ہوں۔ لیکن اس کی وسعت سے یورپ کے نو مسلم ضرور فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ان کے یہاں الا ما ظھر منھا میں سر بھی داخل ہو گیا ہے۔

دوسرا رخ | اب ہم الا ما ظھر منھا کا دوسرا رخ پیش کرتے ہیں یعنی ان

بزرگوں کی رائے جنھوں نے ہماری رائے سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے دلائل زیادہ تر مفسرین کی ذاتی آراء پر مبنی ہیں اور ہم بحث کی وجہ سے اپنے مخالفین کی طرف سے بھی ثبوت پیش کرکے ان پر کافی بحث کریں گے۔

(١) وھو الوجہ والکفان فحل النظرۃ ارجنبی ان ظم یخف فتنہ فی احد الوجہین والثانی یحرم لانہ مظنتہ ورجح حسماً للباب (تفسیر جلالین)

ترجمہ "جو چیزیں کھلی رہتی ہیں وہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں ان کا دیکھنا جائز ہے یا نہیں تو اس بارہ میں دو قول ہیں۔ (١) ایک قول یہ ہے کہ اگر فتنہ اور فساد کا خوف نہ ہو تو ان چیزوں کا دیکھنا جائز ہے اور (٢) دوسرا قول یہ ہے کہ ان چیزوں کا دیکھنا حرام ہے اس لئے کہ یہ مظنہ فتنہ وفساد ہے اور فتنہ وفساد کے قطع وانسداد کے لیے اسی دوسرے کو ترجیح دی گئی ہے۔"

یہ ہے وہ تفسیر جس کی بنا پر قول ٢ کی پابندی کرتے ہوئے ہمارے ملا استدلال کرتے ہیں۔ اب ہم اس بحث کو ایک اور پہلو سے شروع کرتے ہیں اور محض بحث کو دلچسپ بنانے کے لیے تسلیم کیے لیتے ہیں کہ چہرہ کا کھلنا باعث فتنہ وفساد ہے لیکن ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی چہرہ چھپانا لازم نہیں آئے گا۔ ہماری دلیل حسب ذیل ہے:-

حالانکہ رسول اللہ کے زمانہ میں بھی زنا ہوا ہے اور فتنہ وفساد کا موقع اور شبہ پیدا ہوا ہے لیکن پھر بھی ہماری بیان کردہ احادیث سے ثابت ہو چکا کہ آپ نے چہرہ اور کفین کے بند کرنے کو نہیں کہا۔ اور اس کے نہ کہنے میں ایک بات یہ پوشیدہ تھی کہ اس میں فائدے تو تھے مگر دشواریاں

زیادہ اور قرآن کریم میں خداوند تعالےٰ اپنے احکام کے بارہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں تم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا یعنی اتنی سختی نہیں جو غایت درجہ تکلیف دہ ہو۔

(۲) دوسری دلیل ہمارے مخالفوں کی حضرت عبد اللہؓ بن مسعودؓ کی حدیث اور تفسیر ہے جو یہ ہے:۔

ح ۴۴ عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطٰن (الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ عورت سرتا پا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے۔ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اُس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

حدیث بالا کے اوپر حضرت ابن مسعودؓ نے الا ما ظھر منھا کی حسب ذیل تفسیر کی ہے:۔

عن ابن مسعود الا ما ظھر منھا قال ھو الثیاب۔ مسند حاکم میں اسی تفسیر کی بنا پر صرف کپڑے باہری الا ما ظھر منھا میں لیئے گئے ہیں اور اُسی پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ تفسیر مستند قرار دی گئی ہے کہ الا ما ظھر منھا میں صرف کپڑے اوپری داخل ہیں"۔ (کمالین)

اب ہم اس حدیث اور اس تفسیر پر بحث کرتے ہیں۔

اوّل تو یہ کہ خود حدیث کا رسول اللہ کے قول اور فعل سے جو اس سے زیادہ مستند کتاب میں ہیں تصادم ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر اس کو

مان بھی لیا جائے تو کوئی قباحت نہیں کیونکہ مدینہ میں منافقین واقعی عورتوں کا پیچھا کیا کرتے تھے اور یدنین والی آیۃ اتری۔ قول نبی یہ ہے کہ چھپانے کی چیز ہے مگر سوال یہ ہے کہ حکم بھی آپ نے دیا کہ چھپاؤ یا نہیں۔ اس حدیث سے صاف اس مجبوری کا پتہ چلتا ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ ایک چیز چھپانے کی تو ہے مگر کچھ اسباب ایسے ہیں جن کی بنا پر خداوند تعالےٰ نے حکم نہیں دیا کہ چھپاؤ۔ دوسرے یہ کہ حدیث کے راوی و مفسر یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ہمیں دیکھنا ہے اُن کی حیثیت بطور ایک راوی اور مفسر کے کیا ہے اور آیا یہ اس قابل خیال کیئے گئے کہ احادیث نبوی بیان کرکے اُس کی تفسیر کہیں۔ اس کے بارہ میں تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت تفسیر اور حدیث روایت کرنے کے اہل قطعی نہیں تھے ثبوت ذیل میں درج ہے:-

۴۵ ح "ان عمرؓ حبس ثلثة ابن مسعودؓ وابا الدرداءؓ وابا مسعودؓ الانصاری فقال قد اکثرتم الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرۃ الحفاظ)

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ و ابودرداءؓ و ابو مسعودؓ کو محبوس کیا اور کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرتؐ سے بہت حدیثیں روایت کرنی شروع کیں"۔ (تذکرۃ الحفاظ)

جہاں تک میں نے تحقیقات کی مجھ کو یا د پڑتا ہے کہ اس حدیث کو امام مسلم اور امام بخاری نے بھی اپنی صحیحین میں شاید اسی بنا پر درج نہیں

کیا ہی عجب نہیں کہ اسی روایت کرنے کی پاداش میں حضرت عمرؓ نے ان کو قید کیا ہو!!

بہرحال یہ قطعی ثابت ہے کہ یہ مذہب رسول اللہ کی دوسری احادیث کی رو سے مردود ہے۔ تیسرے یہ کہ امام اعظم نے بھی اس کو نہیں کہا کیونکہ انھوں نے وجہ اور کفین تو کھلا رکھنا جائز مانا ہے۔ چوتھے یہ کہ امام شافعیؒ نے بھی اس کو تسلیم نہیں کیا اور الا ما ظھر منھا میں جہاں تک اصول کا تعلق ہے چہرہ اور کف دونوں کو شامل سمجھا۔

الحمد للہ کہ اس آیت کی بحث ختم ہوئی اور جہاں تک میری قابلیت نے مجھ کو اجازت دی میں نے کماحقہٗ دونوں پہلو سے اس پر روشنی ڈالی اب اسی آیت کے بارہ میں حدیث اور فقہ کے تحت میں جو بحث ہے وہ حصہ دوم میں پیش ہوگی اور ناظرین دیکھ لیں گے کہ ان حضراتؒ نے کیا کیا تھا اور کیا کر دکھایا۔

(۵)

تو ضرب زوی ضرب من گوش کن — روایات پردہ فراموش کن

کورٹ شپ اور پردہ

الحمد للہ کہ ہم نے تمام ان آیات قرآنی پر بحث ختم کر لی جن کی رو سے کہ ہماری موجودہ پردہ کی رسم مولوی لوگ ثابت کرتے ہیں۔ اب تک تو

بحث اور ہمارا رویہ مدافعانہ تھا اور اب جارحانہ شروع ہوتا ہے۔

ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے مانع ہے اور غیر مردوں کو غیر عورتوں سے خلوت کرنا نہیں چاہیئے لیکن بعض موقعے ایسے ہوتے ہیں جہاں یا تو ضرورتاً خلوت کی جاتی ہے اور بعض ایسے موقعے ہوتے ہیں جہاں مجبوری تقاضائے انسانیت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن پاک میں خلوت کے خلاف کوئی قطعی حکم نہیں صادر ہوا جو عورتوں اور مردوں کے اختلاط کو ایک دم سے منع کردے اگر کہیں ایسا ہوتا تو لوگوں کو بغیر گناہ کئے چارہ ہی نہ تھا۔ رسول اللہ نے خود اختلاط فرمایا ہے جو آپ کے قول سے ظاہر ہے کہ عورتوں سے جہاں تک ممکن ہو بچو اور اس سلسلہ میں ذیل کی حدیث ذرا غور سے پڑھنا چاہیئے:۔

۱۴ "حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہا جگہ میں بیٹھے گا وہاں تیسرا شیطان ضرور ہوگا" (مشکوٰۃ)

ایک مولوی صاحب اس حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"یہاں بھی مثل حدیث ... کے تقریر ہے کہ نامحرم مرد و عورت کا تنہا جگہ بیٹھنا حرام ہے" (قبول الصواب فی شمول الحجاب) تعجب ہے کہ یہاں پر مولوی صاحب نے اس قدر معنی آفرینی سے کیوں کام لیا ہے۔ پیچ و تاب دے کر حضرت نے اپنا مطلب نکال ہی لیا لیکن غالباً مولوی صاحب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ رسول اللہ نے خود بدولت متعدد مرتبہ تنہائی میں نامحرم عورتوں سے کلام کیا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کے احکام میں کجی پیدا کر کے عوام کے لیئے ناقابل فہم بنا دیتے ہیں۔ دراصل ان کو قول و فعل اور حکم ان تینوں میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد اور عورت تنہائی کرنے میں ایک دوسرے سے بچیں جہاں تک بھی ممکن ہو۔ ایک کام کرنے کی ضرورتاً اجازت ہے مگر تاکید ہے کہ اس کام سے بچنا چاہیئے کہ اس میں خرابی کا احتمال ہے۔ اسی کے ساتھ حدیث سے یہی ملاحظہ ہو اس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا تنہائی نہ کرنا چاہیئے ورنہ معنی یہ نکلتے ہیں کہ ایسا ضرور کرنا چاہیئے بشرط ضرورت لیکن اس تنہائی سے حتی الامکان بچنا چاہیئے اور یہی قول جمہور علما کا ہے۔ یہی مذہب صحیح ہے اور اوپر کا مولوی صاحب کا یہ مذہب کہ یہ فعل حرام ہے قطعی مردود ہے کیونکہ خود بقول مولوی صاحبان یہ مذہب رکھنے والا کافر ہے جیسا کہ ہم اسی باب میں دیکھیں گے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط باہمی کو بھی رسول اللہ نے روکا ہے لیکن ساتھ ہی نماز اور حج وغیرہ میں اس کی ضرورت نہیں سمجھی ہے اسی طرح اس معاملہ میں سمجھ لینا چاہیئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ضرورت ایک ایسا عذر ہے کہ احکام قرآنی اور فرائض میں بھی اس سے رخصت ہے۔ ضرورت قرآن کے حرام کو حلال کر سکتی ہے غرض ضرورت کے وقت ناجائز نہیں کہ عورت کے ساتھ تنہائی کی جائے۔ اس تنہائی کی ضرورت علاوہ اور جگہ کے کورٹ شپ میں بھی پڑتی ہے۔ اور جو بہت ضروری ہے۔ اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ یہ کورٹ شپ کیا ہے؟

کورٹ شپ اس انگریزی لفظ کے معنی کیا ہیں؟ کسی شخص کا جب کسی لڑکی
سے شادی کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ لڑکی سے دوستی بڑھاتا ہے
اس سے ربط ضبط کو بڑھتا دیکھ کر والدین کو اگر رشتہ نامنظور ہوتا ہے
تو وہ اس میں حایل ہوتے ہیں اور کسی ترکیب سے ربط ضبط کو بڑھنے
نہیں دیتے۔ دراصل جن لڑکوں کو والدین کو داماد بنا لینے سے ذرا بھی
انکار ہوتا ہے ان سے خلا ملا ہی زیادہ نہیں ہونے دیتے۔ ایک دوسرے
سے والدین کی موجودگی میں ملتے ہیں اور تنہائی میں بھی ملتے ہیں۔ ایک
دوسرے سے بات چیت کرنے اور ملنے جلنے سے رفتہ رفتہ دوستی محبت میں
تبدیل ہو جاتی ہے اور دونوں کو موقعہ ملتا ہے کہ ایک دوسرے کو اچھی طرح
جانچ لیں اور مزاج سے واقفیت حاصل کر لیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کچھ
دن کے بعد طرفین کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارا ساتھ نہ نبھے گا اور کورٹ شپ
ختم ہو جاتی ہے یہ کہنا کہ اس رسم میں اچھائی ہی اچھائی ہے سراسر حماقت ہے
اور یہ کہنا کہ اسلام اس کو منع کرتا ہے اور کفر ہے سراسر زیادتی ہے۔ اور
نہ ہی یہ اس بات کی گارنٹی ہے کہ آئندہ کبھی میاں بیوی میں اختلاف ہی
رونما نہ ہوں گے۔ میں نے بڑی ہمت کر کے اس مسئلہ پر قلم اُٹھایا ہے اور
مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں اس پر ہندوستانی اسلام میں تہلکہ نہ مچ جائے۔ مگر
میں قبل اس کے کہ اس بحث کو شروع کروں بہتر خیال کرتا ہوں کہ اپنا
مذہب اس بارہ میں ظاہر کر دوں۔ میری دانست میں اُس شخص سے زیادہ
کوئی بے وقوف نہیں جو بغیر دیکھے بھالے کسی عورت سے شادی کر لے اور

اگر آئندہ بیوی سے بات چیت کر سکے تو اس سے بھی بہتر ہے کیونکہ یہ باتیں باعث پختگی محبت ہوتی ہیں۔ اگر بات چیت نہ کر سکے تو کم از کم دیکھ تو ضرور ہی لے اور بغیر دیکھے ہرگز ہرگز شادی نہ کرے۔

یہ تو میرا خیال ہوا اب رہی یہ بات کہ کورٹ شپ میں خرابیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں تو اس کے بارہ میں جہاں تک پتہ چلتا ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے بشرطیکہ کوئی حد مقرر رہو اور کوئی اصول سامنے ہو۔ انگریزوں کی کورٹ شپ کے نتائج بد جو سننے میں آتے ہیں وہ نہ معلوم کہاں تک صحیح ہیں کیونکہ میرا مذہب یہ بھی ہے کہ ہر قوم میں سعادت مند اور نیک اور پارسا بھی ہوتے ہیں وہ خواہ کم ہوں یا زیادہ۔ لیکن یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے نقطۂ خیال سے انگریزی قسم کی کورٹ شپ میں بہت خرابیاں ہیں اور ان سب خرابیوں کی وجہ یہ ہے کہ کورٹ شپ کے دوران میں ضرورت سے زیادہ طرفین کی طرف سے آزادی برتی جاتی ہے۔ لیکن جو طریقہ کورٹ شپ افغانستان میں رائج ہے وہ بہترین ہے۔ وہاں یہ دستور ہے کہ نسبت قرار ہونے کے بعد دولھا اپنی آئندہ بیوی کے گھر میں جا سکتا ہے اور اپنی بیوی سے بات چیت بھی کر سکتا ہے اور اس کو اس کا بھی موقعہ ملتا ہے کہ دو چار منٹ اپنی آئندہ بیوی سے تنہائی میں گفتگو بھی کرے۔ اسی طرح آمد و رفت کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہتا ہے اور لڑکے کو لڑکی اچھی طرح دیکھ بھال لیتی ہے اور لڑکا لڑکی کو اچھی طرح دیکھ بھال لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سرسری ملاقات اور تھوڑی سی تنہائی میں دونوں کو حجاب بہت کم بولنے دیتا ہے لیکن پھر بھی تبادلہ خیالات ممکن ہے اگر ان دوران میں

لڑکے کو نامنظور ہوتا ہے تو نسبت ٹوٹ جاتی ہے ورنہ آخر کو نکاح ہو جاتا ہے۔

لیکن ہم لوگ اس بات کے سخت خلاف ہیں اور اس کو عجیب نہیں کفر خیال کریں۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو قرآن ایسی نعمت عطا کی ہے لہٰذا ہم پہلے تو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن کورٹ شپ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

آیات گزشتہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کسی نامحرم لڑکی کا چہرہ دیکھنا منع نہیں ہے اور نہ ہی اُس سے بات کرنا منع ہے اور نہ ہی کہیں یہ درج ہے کہ شادی کوئی شخص بغیر دیکھے کرے۔ لہٰذا کسی صاف اور صریح حکم کی عدم موجودگی میں اُس لڑکی کو دیکھنا اور اس سے بات چیت کرنا جائز ہوا کہ جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہے۔ اب ہم کو دیکھنا ہے کہ کہیں قرآن کورٹ شپ کے بارہ میں کچھ تلقین بھی کرتا ہے یا نہیں تو ہم کو حسب ذیل کی آیتہ ملتی ہے:-

"وانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع"

"نکاح کر لو عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں دو تین یا چار۔"

اس آیتہ کریمہ میں صاف اجازت ہے کہ چار عورتوں تک ان عورتوں میں سے کر لو جو تم کو پسند ہوں۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ "پسند ہوں" سے اجازت چہرہ دیکھنے کی بھی ہے یا نہیں کیونکہ واقعہ ہے کہ ایک شخص ممکن ہے کہ ایک چیز کو بغیر دیکھے بھی پسند کرلے اور اس کی سینکڑوں مثالیں ملیں گی کہ لوگ عورتوں کے نادیدہ عاشق ہو گئے لیکن ہر شخص کو اپنی طبیعت کا اختیار ہے میں بغیر دیکھے ایک چیز نہیں پسند کرتا مگر آپ کرتے ہیں۔ پسند دیکھے اور بے دیکھے دونوں طرح ہو سکتی ہے لیکن ہم تو یہی کہیں گے کہ ہمارے خیال میں جو

شخص بغیر دیکھے پسند کرتا ہی وہ قطعی احمق ہی۔ چاہیئے یہ کہ ہم اس بحث کو یہیں
ختم کردیں کہ قرآن ہم سے کہتا ہی کہ ان عورتوں سے شادی کرو جو تم کو پسند
ہوں اور ہم کیا بلکہ ہر شخص تسلیم کرے گا کہ پسند کرنے کے لیئے دیکھنا اگر لازمی نہیں
تو کم از کم ضروری تو ہی۔ لہذا جب بغیر دیکھے ہوئے ہم پسند نہیں کرسکتے تو جب
تک پردہ نہ توڑا جائے ہم اپنے حق سے محروم رہے جاتے ہیں پس پردہ
کی تردید اس آیۃ قرآنی سے ہوئی اور بحث بھی ختم۔ دوسرا سوال یہ ہی کہ آیا
یہ آیۃ حکم قرآنی ہی یا نہیں تو اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا اب دوسرا
سوال یہ ہی کہ جو شخص بغیر پسند کیئے ہوئے شادی کرتا ہی تو کیسا ہی؟ اس قسم کے
اور معاملات میں تو ہمارے مُلّا شاید حد مارنے کو تیار ہو جاتے مگر بحث کے
لیئے ہم بھی اُسی طرح اس کو نہیں مانیں گے جیسے کہ مُلّا لوگ نہیں مانتے ہماری
ضد ہی کہ یہ پورا حکم ہی اور بے پسند شادی کرنے والا گنہگار رہی اور مولویوں کو
اپنی ہی منطق کی روسے اُن کی بیوی اُن پر حرام نہیں تو مکروہ قطعی ہوئی کیونکہ
خداوند تعالے صاف فرماتا ہی کہ پسند کرو لہذا اس کا حکم جو نہ بجالائے وہ گنہگار
اور بغیر دیکھے کوئی چیز اچھی طرح پسند نہیں ہوسکتی لہذا بے دیکھے شادی کرنا
بھی مکروہ نہیں تو مولویوں کی اصطلاح میں ہم نے اس کو ایسا طبعی قرار دیا
جو مائل بہ مکروہ بہت ہی۔

اسلامی کورٹ شپ | اب ہم کو یہ دیکھنا ہی کہ اسلامی کورٹ شپ کیا ہی
(لفظ کورٹ شپ بوجہ انگریزی کورٹ شپ کی خرابیوں کے کچھ گندہ سا ہوگیا
ہی لیکن چونکہ اُردو میں کوئی لفظ اس کا ہم معنی نہیں لہذا ہم مجبوراً اس کو

استعمال کرتے ہیں) اور اس آیۃ پر ہمارے نبی کریم نے کس طرح عمل کیا ہو اور اس بارہ میں کہاں تک ممانعت یا اجازت دی ہو۔ اور یہی اس آیۃ کی تفسیر ہو۔ ہمارے پیارے رسول اللہ کا قاعدہ تھا کہ صرف نصیحت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ خود بھی عمل کرتے تھے اور یہ واقعہ ہو اس شخص کی نصیحت میں ایک خاص اثر ہوتا ہو جو اس پر خود عمل کرتا ہو اور چونکہ ہمارے نبی بہترین انسان تھے لہذا یہ صفات بھی آپ میں موجود تھیں۔ ہم آپ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہو کہ آپ نے کوئی شادی بغیر دیکھے نہیں کی اور اس کے بعد جناب امیر المومنین حضرت علیؑ کو دیکھیے تو ان کی شادی بھی بغیر دیکھے نہیں ہوئی۔ ہماری معلومات تو اتنی ہیں کہ ہم اہل بیت کی چار پانچ پشت تک اس بات کو ثابت کرتے چلے جائیں مگر ہم اسی پر قناعت کرتے ہیں۔ یہ تو ہم نے دیکھ لیا اب یہ دیکھنا ہو کہ اس عمل رسول کی تشریح کیا ہو اور درحاصل اسلامی کورٹ شپ کیا ہو؟ یہ ہم کو احادیث نبوی سے معلوم ہوسکتی ہو:۔ اور ہم سب سے پہلے قرآن کے لفظ پسند کی حدیث رسول سے تشریح کرتے ہیں:۔

۵ح ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا "نکاح عورت کی چار باتیں دیکھی جاتی ہیں:۔ مال۔ نسب۔ خوبصورتی۔ دین۔ تجھے چاہیئے دیندار کو حاصل کر (اگر تو نہ مانے) تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں" (یہ ایک محاورہ عربی ہو) (بخاری)

یہ حکم رسول ہو جو حکم خدا کی تشریح کرتا ہو اور بتاتا ہو کہ پسند کس طرح کرنا چاہیئے اور پھر یہ بھی بتاتا ہو کہ کس بات کو سب پر ترجیح دینا چاہیئے۔ مولوی صاحب

کہیں گے کہ ہم بغیر دیکھے ہوئے پسند کریں گے اور یہ بھی نہیں ہم مال نسب اور دینداری کی بابت پوچھ کچھ کر پتہ چلالیں گے اور خوبصورتی کی ہم پرواہ ہی نہیں کرتے۔ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ آپ کو ہم ایسا نہیں کرنے دینگے ورنہ آپ کی طرح مذہب کی کمنیاد ہم ذیل کی حدیث پر رکھ کر نکاح فسخ کرادینگے

اب ذرا رسول اللہ کی کورٹ شپ ملاحظہ ہو:۔

۳۶ "سہیلؓ بن سعد سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرب کی ایک عورت کا ذکر ہوا آپ نے ابو اسیدؓ کو حکم کیا پیام دینے کا انھوں نے پیام دیا وہ آئی اور بنی ساعدہ کے قلعوں میں اتری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اس کے پاس تشریف لے گئے جب وہاں پہونچے تو دیکھا عورت ہے سر جھکائے ہوئے۔ آپ نے اس سے بات کی وہ بولی میں اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتی ہوں تم سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اپنے تئیں بچالیا مجھ سے (یعنی میں اب تجھ سے کچھ نہیں کہنے کا) لوگوں نے اس سے کہا تو جانتی ہے یہ کون شخص ہیں وہ بولی نہیں میں نہیں جانتی لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ کی رحمت اور سلام ہو ان پر وہ تشریف لائے تھے تجھ سے نسبت کرنے کو وہ بولی میں بدقسمت تھی"۔۔۔۔۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منگنی کرنے والے کو عورت کی طرف دیکھنا درست ہے"۔ (بخاری)

اب اس حدیث کے لفظ ذکر ہوا، پر غور کیجیے گا۔ ذکر ہوا سے مطلب

اُس کے حسن و نسب وغیرہ کی تعریف ہی ہوگی۔ آپ نے لوگوں کے کہنے ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ تصدیق کے لیئے خود دیکھنا ضروری سمجھا اور ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اس بات میں رسولؐ کی پیروی کرے۔ لہٰذا مولوی صاحبان کی منطق کی رو سے ہم یوں استدلال کریں تو بیجا نہ ہوگا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا جب تک دیکھ نہ لے تو شادی نہ کرے۔ اور نقل کفر کفر نہ باشد جو اس کے خلاف کرے تو انہی حضرات کی منطق سے کافر۔

اب اس لفظ پسند کی تشریح میں ہم ایک اور حدیث پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں ورنہ ہم کو سخت اندیشہ ہے کہ احادیث پر مذہب کی بنیاد رکھنے والے حضرات کہیں یہ دعوے نہ کر بیٹھیں کہ جو لڑکی بھی پسند ہو اُس سے ہم شادی کریں گے کیونکہ حکم صاف ہے کہ جو پسند ہو اُس سے شادی کرو۔ لہٰذا ہم ایک اور حدیث ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

صحیح "ابن شہاب فرماتے ہیں عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضہ سے وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰے کے معنی پوچھے اُنھوں نے جواب دیا کہ "اے بھانجے اس سے وہ یتیم لڑکی مراد ہے جو کسی ولی کے پاس ہو اور اُسے اس کا مال اور خوبصورتی پسند ہو اور (وہ اس سے اپنے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کرے مگر) مہر پورا نہ دے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے سے منع کر دیا ہے اور ان کے علاوہ اور سے نکاح کرنے کو ارشاد فرمایا مگر جبکہ ان کے مہر پورا دینے میں کمی نہ کریں (تو اجازت ہے) حضرت عائشہ فرماتی ہیں

بعدازاں لوگوں نے رسول اللہ سے فتوے مانگا اس وقت اللہ عزوجل
نے یہ آیت یستفتونک فی النساء وترغبوا ان تنکحوھن تک اُتاری
(جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ لڑکی یتیم جبکہ حسین اور مالدار ہوتی ولیوں کا اُس کا
نسب اور اُس سے نکاح کرنا مرغوب معلوم ہوتا تھا اور جبکہ خوبصورت
اور مالدار نہ ہوتی اور ان کو پسند نہ ہوتی اس واسطے ان کا پورا پورا مہر
دینے کا حکم فرمایا تب اُسے چھوڑ کر اور عورت سے نکاح کر لیتے تھے حضرت عائشہ
نے (مقصود آیت) بتایا جیسے کہ بوجہ ناپسندی چھوڑ دیتے ہو ایسے ہی جن کی
تمھیں رغبت ہو اُن سے بھی نکاح نہ کرو مگر جبکہ تم انصاف کرسکو اور اس کا
پورا پورا حق مہر ادا کرسکو۔ (بخاری)

اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ پردہ غائب ہے۔ خداوند تعالےٰ تک کو
معلوم ہے کہ لوگ لڑکیوں کی خوبصورتی کو غور سے دیکھتے ہیں اور پسند و غیر
پسند کرتے ہیں۔ لہذا اس حدیث نے لفظ پسند کی اور تشریح کر دی۔

۴۳ " جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم
میں سے کوئی اپنے نکاح کا پیغام کسی عورت کی طرف بھیجنا چاہے
تو ہوسکے تو اُس کو دیکھ لیوے جس سے نکاح کا ارادہ ہے پھر نکاح کرے
جابرؓ نے کہا میں نے ایک چھوکری کو پیام دیا تو چھپ کر میں نے اس کو
دیکھ لیا یہاں تک کہ دیکھا میں نے وہ امر؟ جس سے رغبت ہوئی اُس
کے نکاح کی پھر نکاح کیا میں نے اُس سے۔ (ابی داؤد)

اب ہم اس حدیث کی تشریح ان لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے کرتے ہیں جو

قول و فعل اور حکم میں تمیز نہیں کرتے۔ وہ اس طرح ہوئی کہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ پسند کس طرح کرنا چاہیئے اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ صرف چہرہ ہی نہیں بلکہ زینت وغیرہ بھی دیکھ لینا چاہیئے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شادی کی نیت سے اگر کسی نامحرم کے چہرہ یا بدن پر نظر ڈالے تو وہ نظر بد نہیں کہلائے گی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی پردہ کا زیادہ پابند ہو تو اس کے ساتھ یہ ترکیب کرو مگر دیکھنے سے باز نہ آؤ۔

ح ۴۹ "مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے پیام کیا میں نے نکاح کا ایک عورت کے ساتھ زمانے میں رسول اللہؐ کے آپ نے فرمایا تو نے دیکھ بھی لیا ہے اس کو میں نے کہا نہیں فرمایا کہ دیکھ لے اس کو اس سے الفت زیادہ ہوگی تم دونوں میں۔ (نسائی)

ہم سفارش کرتے ہیں کہ پردہ نشین حضرات اس حدیث کو پڑھ کر سر پیٹ لیں کیونکہ اس حدیث کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو قبل نکاح دیکھنے میں خداوند تعالےٰ نے کیا مصلحت رکھی ہے اور اس میں کیا فائدہ ہے اور جو شخص ایک مسلمان کو فائدہ سے محروم رکھے وہ ضرور گنہگار ہوگا۔

ح ۵۰ "ابو ہریرہؓ سے روایت ہے پیغام بھیجا ایک آدمی نے مدینہ والوں کے یہاں فرمایا اس کو رسول اللہ نے تو نے اس کو دیکھ بھی لیا ہے یا نہیں اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اس عورت کو دیکھ لے یعنی بغیر دیکھے نکاح کرنا اچھا نہیں۔" (نسائی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر دیکھے نکاح کرنا اچھا نہیں اور جس کام کو رسولؐ

کہے کہ اچھا نہیں اور پھر اس کام کو کوئی شخص کرے اور دوسروں کو ترغیب دے اس کام کے کرنے کی تو ظاہر ہے کہ ہم احادیث کے اوپر مذہب کی بنیاد رکھ کر اس کو بے دھڑک گنہگار کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ معلوم اس مسلمان پر بھی کچھ گناہ ہوگا یا نہیں جو شخص اس بات کو جانتے ہوئے کہ بے دیکھے شادی کرنا اچھا نہیں ہے۔ شادی کرنے والے کو دیکھنے کی ترغیب نہیں دینا ضرور گناہ ہونا چاہیئے۔

۱۵ح انس بن مالک فرماتے ہیں ایک عورت انصاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آپ نے اس سے علحدگی میں کہا تم مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو (بخاری)

اس حدیث کو پڑھکر بھی پردہ نشین حضرات عجب نہیں جو سر پیٹ لیں کیونکہ اس سے حسب ذیل باتوں کی اجازت ملتی ہے۔

(۱) ایک مسلمان اگر کسی لڑکی سے ضرورتاً اور نیک نیتی سے خلوت کرے تو جائز ہے

(۲) لڑکی کو دیکھنا اور اس کی صورت و شکل اور حسن پر مائل ہونے میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ یہ ایک ضرورت ہے۔

(۳) اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے اظہار محبت کر دینے میں فائدہ ہے۔

یہ حدیث اس کتاب کی ہے جس کو کہ اہل سنت بعد از کتاب اللہ مانتے ہیں لیکن یہاں ایک اور دلیل یہ حضرات پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ عام لوگوں اور رسولؐ میں بہت فرق ہے اور رسولؐ کا سا چال چلن سب کا نہیں لہٰذا اس حدیث پر عمل کرنا نہیں چاہیئے۔ ہم اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے

کبھی یہ نہیں کہا کہ خواہ مخواہ رسولؐ کے قول و فعل سے احکام نکالو۔ یہ تو تمہارا ہی
شیوہ ہے اور تم ہی کو مبارک ہو۔ چنانچہ ہم اس عذر کو تسلیم کرتے ہیں بشرطیکہ پردہ نشین
حضرات اسی طرح حضور کے قول و فعل سے اندازے لگا کر خواہ مخواہ نتائج نکالنا
بند کر دیں۔ ہمارے سامنے کوئی یہ حدیث اس فعل کی اجازت کی دلیل نہیں ہے
مگر ہم تو یہ حدیث یہاں موجود نہ ہوتی تب بھی اس کو جائز اور ضروری خیال
کرتے ہیں لیکن ان حضرات کی یہ عادت ہے کہ اگر اسی قسم کی حدیث کہیں پا جاتے
ہیں تو دنیا سر پر اٹھا لیتے ہیں اور پھر اس کے بعد کہتے ہیں کہ جو اس کے
خلاف کرے وہ کافر ہوا۔

النساء

(۹)

اب ہم قرآن کی اس آیۃ کو لیتے ہیں جس میں صاف ہندوستانی
پردہ کا ذکر ہے۔ تعجب ہے کہ پردہ نشین حضرات نے پردہ کی حمایت میں اس کو
کبھی نہ پیش کیا ورنہ ہم لاجواب ہو جاتے۔

واللتی یاتین الفاحشۃ من النساءکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ
منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ
لھن سبیلا (النساء)

"تمہاری جن عورتوں سے بے حیائی کی باتیں سرزد ہوں اور چار مسلمان
ان کے خلاف گواہی دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو حتیٰ کہ موت آ جائے

یا اللہ تعالےٰ ان کے لیئے کوئی دوسری سبیل نکالے۔"

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی پردہ کس موقعہ پر ضروری ہے۔ یہاں فاحشہ کے معنی زنا کے نہیں ہیں کیونکہ زنا کے بارہ قرآن میں اور جگہ ذکر ہے اور اس کی سزا بھی یہ نہیں ہے۔ یہاں فاحشہ کے معنی بے حیائی کے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ پردہ نشین حضرات اس آیۃ پر بیجا عمل کرتے ہیں۔ اپنی حیادار اور باعصمت عورتوں کو بلا وجہ وہ سزا دے رکھی ہے جو فاحشہ عورتوں کی ہے۔ ہم اپنی بہنوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ایسے نالائق مردوں سے جلد قطع تعلق کرلیں۔ وہ قوم جس کی حالت ایسی خراب ہوجائے کہ جہاں معصوموں کے ساتھ وہ برتاؤ جائز رکھا جائے جس کے سزاوار صرف گنہگار اور بیحیا ہیں اُس قوم کی کبھی بھی فلاح نہیں ہوسکتی۔ اس آیۃ شریفہ میں عام مسلمات کے لیئے آزادی کی صاف اجازت ہے اور یہ نکلتا ہے کہ سوائے بیحیا عورتوں کے اور عورتوں کو گھر میں بند مت کرو۔ واقعہ ہے کہ ہماری بے حیائی اور کمینہ پن کا اندازہ اس آیۃ کے پڑھنے سے صاف ہوتا ہے کیونکہ ہم عورتوں کو بند کرکے اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے گھر کی عورتیں بے حیا ہیں۔ اب ہم پردہ نشین حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ یا تو وہ چار گواہیاں پیش کریں کہ ہمارے گھر کی عورتیں بے حیا ہیں ورنہ ہم قطعی کوشش کریں گے کہ عام مسلمان عورتیں ظالموں کے پنجہ سے رہائی پائیں اور جو کوئی ہم کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا اس کا مذہب اس آیۃ کی رو سے مردود ہوگا۔ ہم سے لوگ کہتے ہیں کہ تم کیوں خواہ مخواہ ہندوستانی

پردہ کے خلاف غل مچاتے ہو اور تم کو دوسرے گھر کی عورتوں سے کیا مطلب
اس کا ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جب ایک
مسلمان کسی دوسرے پر بیجا جبر کرے یا اس کو مفت خدا سزا دے تو
مظلوم کو پنجہ ظالم سے رہائی دلانے کی کوشش کرے اور یہ بھی ہمارا مذہب
ہے کہ اگر کوئی تیسرا ایسے شخص کو رہائی دلانے سے روکے گا تو وہ دشمن دین ہے
لہذا مولوی صاحبان کی طرح استدلال کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم مظلوم
عورتوں کو ظالموں کے پنجہ سے رہائی دلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور
جو شخص ہم کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا وہ انھیں ہم ملاؤں کی قبیل سے کافر ہوگا۔

ایک ہی آیۃ ایسی ہے کہ غور سے دیکھا جائے تو اس دعوے کی تردید
کرتی ہے کہ گزشتہ آیات سے کسی طرح بھی عورتوں کا گھروں میں بند کرنے کا حکم ہے
اور جب ہم اس آیت کے ساتھ رسول اللہ کا یہ قول سنتے ہیں کہ اذن اللہ لکن
ان تخرجن لحوائجکن یعنی اے عورتوں اسلام تمھیں تمہارے قدرتی حقوق
سے محروم نہیں کرتا تمھیں اجازت ہے اپنی ضروریات اور حوائج کے لئے باہر
نکلو۔ تو اس بند کرنے کی بیجا شدت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے اور قرن بیوتکن
کے معنی بھی اور صاف ہو جاتے ہیں مگر ستم تو یہ ہے کہ ہمارے پردہ نشین حضرات
یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو ضرورت ہی نہیں ہے اور اس طرح ہم کو لاجواب کرتے
ہیں تو اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ اس حدیث کے ساتھ ساتھ
ضرورتوں کی کوئی فہرست نہیں ہے اور ہم ان باتوں کو بھی ضرورت خیال
کرتے ہیں کہ عورت ہوا کھانے تندرستی یا تفریح کی غرض سے باہر جائے۔

نتیجہ

یہ کل وہ آیات ہیں جن سے پردہ نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن بعض لوگ پردہ پرست ہیں اور ان کو بمصداق ہمہ اوست ہر لفظ قرآن میں پردہ نظر آتا ہے چنانچہ طلاق کی آیت سے بھی حضرات پردہ نکالتے ہیں۔ ہم ایسے محتاج العقل حضرات سے شکست تسلیم کرتے ہیں اور در اصل ہمارا روئے سخن ایسے لوگوں کی طرف ہی بھی نہیں۔ ہم تو محض ان کو مخاطب کرتے ہیں جو متلاشی حق ہیں اور جن کو خدا نے عقل سلیم عطا کی ہے۔

مگر وہ حضرات جن کی منطق کا دار و مدار محض احادیث اور مفسرین کی خلاف عقل و قرآن رائے پر ہے ان کے لیئے یہ مختصر بحث بالکل نا کافی ہے کیونکہ ہر ایک حدیث جس کا کہ تعلق پردہ سے ہے یہاں پیش نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے دوسرے حصہ کے لیئے وہ تمام احادیث جن کا تعلق پردہ سے ہے اُٹھا رکھی ہیں اور یہاں تو صرف وہی احادیث پیش کی ہیں جن کا کہ تعلق قرآن کی تفسیر سے براہ راست ہے۔ مجھ کو دعوےٰ نہیں کہ مجھ کو تمام حدیث اور فقہ کی کتابوں پر عبور ہے مگر یہ واقعہ ہے کہ میں نے کوئی بھی حدیث کی کتاب ایسی نہیں جو نہ پڑھی ہو اور مزید براں اسلامی تواریخ۔ چنانچہ حصہ دویم میں وہ احادیث پیش ہوں گی جن کو کہ مولوی صاحبان اب تک چھپائے رہے اور جن کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہؐ نے صاف طور پر منہ چھپانے کی ممانعت پردہ کی آیات کے نازل ہونے کے بعد بھی کی۔ یہ بھی معلوم ہوگا کہ خواہ نخواہ نامحرموں سے

مُنہ چھپانا حماقت ہے اور رسول اللہؐ کی بی بیوں نے پردہ کی آیۃ نازل ہونے کے بعد بھی ایسا نہیں کیا۔ یہ بھی معلوم ہوگا کہ اندھوں کے سامنے نہ آنے والی حدیث غلط ہے اور قطعی مولویوں کی جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس خواہ مخواہ نامحرموں سے مُنہ چھپانے کی لعنت سے رسول اللہ کے اہل بیت کوسوں دور تھے۔

یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضورؐ نے کبھی بھی کوئی حکم مُنہ چھپانے کا نہیں دیا۔ قصہ مختصر حصہ دویم میں وہ تحقیقات پیش کی جائے گی جس کی بنا پر مجھکو ہر طرف سے خواہ مخواہ بُرا کہا جا رہا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ لوگوں کو علم نہیں ہے کہ مولوی صاحبان عربی کے پردہ میں تمام مطلب کی باتیں پوشیدہ کیئے بیٹھے ہیں۔ لہذا ناظرین سے پھر درخواست ہے کہ براہ کرم اگر میرے مخالف بھی ہیں تب بھی ذرا صبر سے کام لیں اور اس کتاب کو پڑھ کر "حدیث اور پردہ" کا انتظار کریں جو بہت جلد شایع ہوگی۔

گزشتہ دو ابواب میں جو ہم نے بحث کی ہے اس میں ہم نے وہ منطق استعمال کی ہے جس پر ہم کو خود اعتراض ہے اور یہ اس لیئے کیا ہے کہ دکھائیں کہ مخالفین کس طرح استدلال کرتے ہیں۔ اس بحث سے ایک یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ ناظرین کے ذہن نشین ہو جائے کہ قول اور فعل اور حکم اور مشورہ رسول اللہ کا الگ الگ ہے اور سب کی شان جداگانہ ہے۔ آخر میں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص دوسروں کو نصیحت کرے اور خود عمل نہ کرے وہ بیوقوف ہے فقط

عظیم بیگ چغتائی طالبعلم لا فائنل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

سول لائنز مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۸ء

باہتمام احید الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے۔ نظامی پریس بدایوں میں چھپی